مجلس انصاراللہ یو.کے. کا علمی تعلیمی و تربیتی مجلہ

انصار الدین

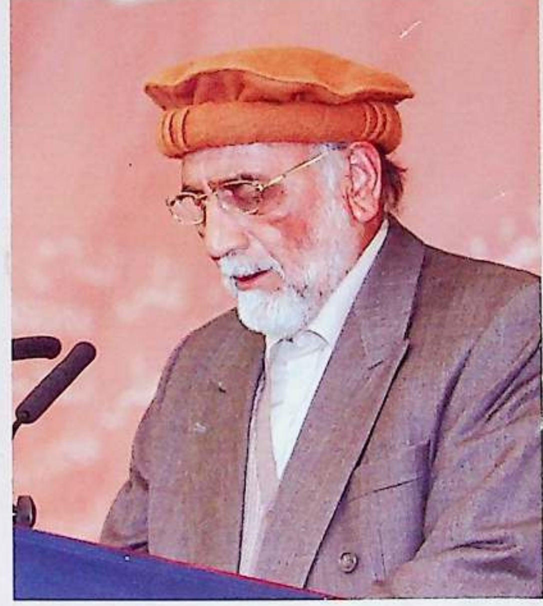
نبوت۔فتح 1388 جلد 6 ، نمبر 3

نومبر۔دسمبر 2008



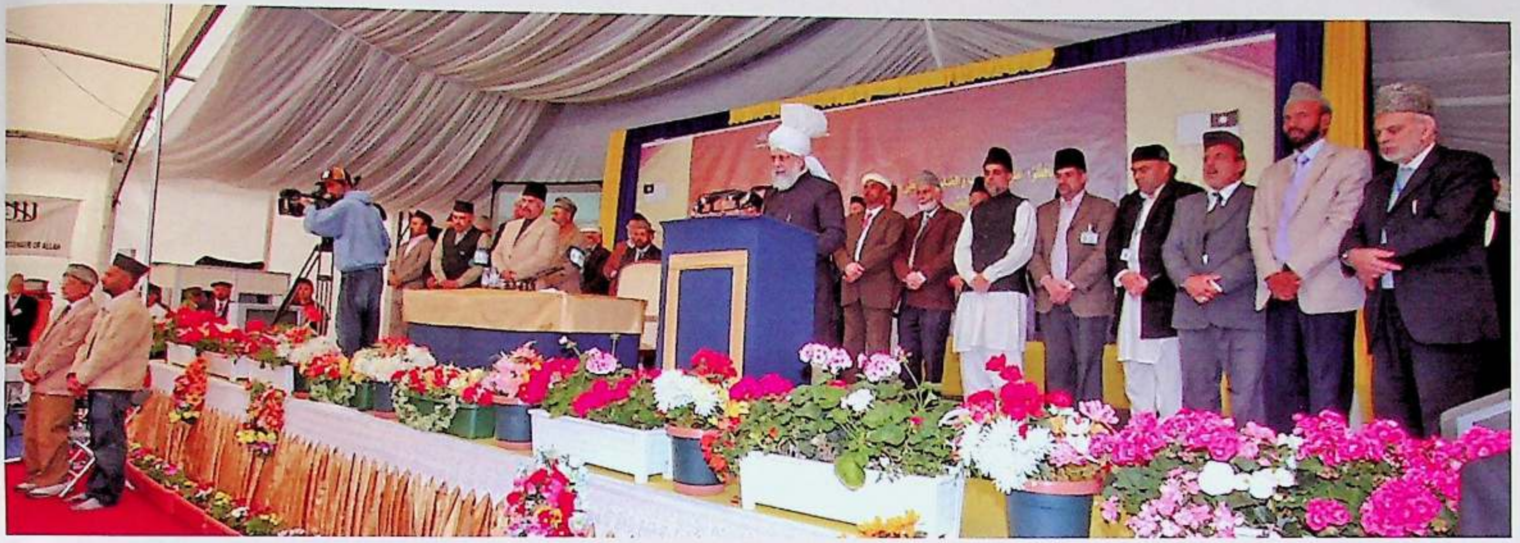


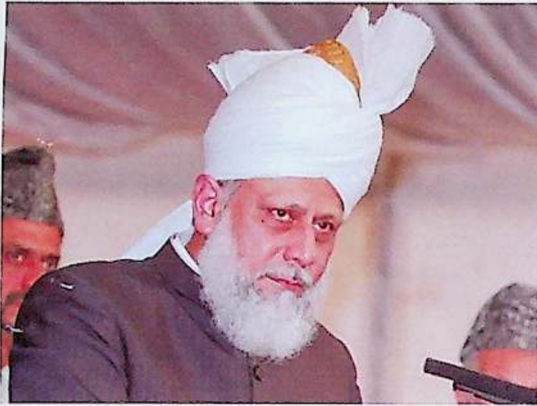






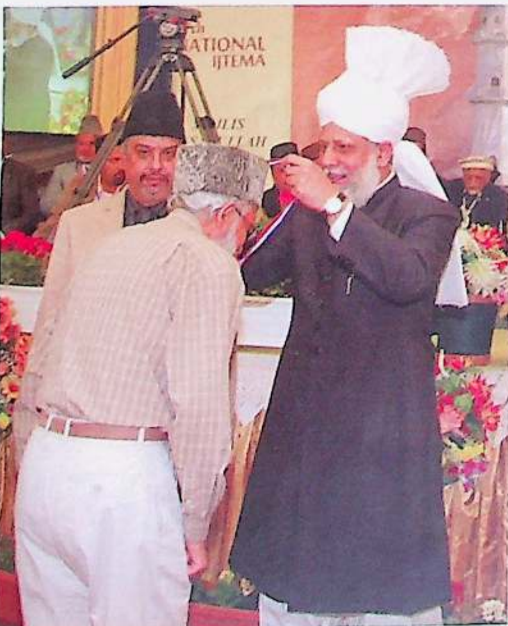











NATIONAL
IJTEMA





﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد ۶ نمبر ۳
نومبر تا دسمبر ۲۰۰۹ء

انصار اللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔

(انشاءاللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

صدر مجلس انصار اللہ برطانیہ
ولید احمد
مدیر اعلیٰ
ڈاکٹر شمیم احمد
مدیر (اردو)
شیخ لطیف احمد
نائب
حبیب الرحمٰن غوری
مدیر (انگریزی): احد بھنو
مینیجر: محمد اسحٰق ناصر

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF e-mail address: ansaruddin_uk@yahoo.co.uk

اداریہ

جوا...... ایک معاشرتی بیماری

یورپ میں عمومی طور پر مگر انگلستان میں بالخصوص جوئے کا کاروبار روز بروز پھیلتا جا رہا ہے۔ ایک وقت تھا کہ انگلستان میں جوا عام طور پر صرف مخصوص مقامات پر ہی کھیلا جا سکتا تھا مگر اب اسے حکومت کی سرپرستی میں وزارت ثقافت (Culture) کے تحت فروغ دیا جا رہا ہے۔ انگلستان کی وزیر ثقافت گذشتہ چند سال سے اس کوشش میں مصروف تھیں کہ کسی طرح انگلستان میں امریکہ اور بعض دیگر یورپی ممالک کی طرح کے بڑے بڑے جوئے خانے بنائے جائیں تا کہ لوگ اپنی مرضی کے مطابق وسیع پیمانے پر جوا کھیل سکیں۔ انگلستان کے بعض باشعور افراد نے اس کی سخت مخالفت کی اور بظاہر ان کے دباؤ کی وجہ سے بڑے بڑے جوئے خانوں کا منصوبہ مکمل نہیں ہو سکا مگر اب یہ مرض مختلف صورتوں میں ایک بیماری کی طرح پھیلتا جا رہا ہے۔

پہلے صرف مخصوص اداروں کو اجازت تھی کہ وہ جوئے کا کاروبار چلا سکیں۔ چنانچہ بعض تفریحی مقامات پر جوئے کی ایسی مشینیں لگائی گئی تھیں جن میں ہر عمر کے لوگ چند سکوں کے ساتھ جوا کھیل سکتے تھے۔ اس میں عام طور پر بڑی رقم ضائع نہیں ہوتی تھی۔ اُس کے بعد عام دکانوں پر لاٹری کی ٹکٹوں کے ساتھ جوئے کا طریق وضع کیا گیا۔ بعد ازاں حکومت کی سرپرستی میں سارے ملک میں نیشنل لاٹری کا آغاز کیا گیا جس میں بلین پاؤنڈ کا کاروبار ہوتا ہے اور بعض جیتنے والے کئی ملین پاؤنڈ جیت سکتے ہیں۔ اب حال ہی میں جوئے کے کاروبار کو مزید وسعت دی گئی ہے اور اسے انٹرنیٹ اور میڈیا پر پھیلا دیا گیا ہے تا کہ جو بھی چاہے اور جب بھی چاہے، جوئے میں حصہ لے سکے۔ وزارتِ ثقافت کا اگلا ہدف یقیناً بڑے بڑے جوئے خانوں کا قیام ہوگا۔

بہت کم لوگوں کو اس بات کا احساس ہے کہ سیاستدان، کلچر کے نام پر، قوم کے اخلاق کو تباہ کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ پہلے شراب کے کاروبار کو وسعت دی گئی اور اُس کے بعد بعض منشیات کے استعمال پر عائد شدہ پابندیوں کو نرم کر دیا گیا اور اب ایک اَور سنگین معاشرتی بیماری یعنی جوئے کے کاروبار کو وسعت دی جا رہی ہے۔ باشعور اور ذمہ دار افراد اور امن و امان کے قیام سے وابستہ ادارے صدائے احتجاج بلند کرتے رہے ہیں مگر ان کی آواز کو وزارت کے ایوانوں میں کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔ ملک میں جوئے کا نشہ اور اس کے ساتھ وابستہ مشکلات بڑھتی جا رہی ہیں کیونکہ جوا کھیلنے کے مواقع زیادہ سے زیادہ ہوتے جا رہے ہیں۔ ایک اندازہ کے مطابق اس وقت دنیا میں پچاس ملین لوگ آن لائن جوئے کے کھیل میں ملوّث ہیں اور یہ خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ یہ کرّہ ارضی جوا کھیلنے والوں کا ہو کر رہ جائے گا۔ انٹرنیٹ اور آن لائن جوا ایک ایسی عفریت ہے جو اب بوتل سے نکل چکا ہے اور اب اسے بوتل میں بند کرنا ناممکن ہو جائے گا۔

جوا - اقتصادی لحاظ سے ایک بے مقصد عمل ہے جس میں دولت ایک ہاتھ سے نکل کر قوم کو نفع پہنچائے بغیر دوسرے ہاتھ میں منتقل ہو جاتی ہے۔ عام طور پر کاروباری دنیا میں جب اجناس اور زر کا تبادلہ ہوتا ہے تو اُس سے کسی نہ کسی رنگ میں قوم کو فائدہ پہنچتا ہے مگر جوئے کے کاروبار میں مجموعی طور پر قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ ناقابلِ تلافی نقصان ہوتا ہے۔ جوئے میں فائدہ صرف قمار خانوں کا کاروبار کرنے والوں کو ہوتا ہے کیونکہ یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ دیوالیہ ہوئے ہوں۔ نقصان صرف اُس اکثریت کا ہوتا ہے جو جوا کھیلتے ہیں یعنی چند لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے مگر باقی لاکھوں لوگ اقتصادی طور پر تباہ و برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اگر کوئی جواری جیتتا بھی ہے تو وہ ہزاروں لوگوں کی بربادی کا موجب بن کر رقم حاصل کرتا ہے۔

جوا عقل، فکر، اخلاق اور غیرت کو بھی تباہ کر دیتا ہے۔ جوئے کے عادی لوگ ایسی چیزوں کو داؤ پر لگانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں جنہیں کوئی عقلمند انسان تباہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اگر کوئی جواری رقم حاصل بھی کر لے تو وہ اُسے کبھی سنبھال کر نہیں رکھتا اور اُسے لازماً اُلٹا کر ضائع کر دیتا ہے۔ مالی نقصان کے علاوہ جوابازوں میں شراب اور تمباکونوشی کا مرض جڑ پکڑ جاتا ہے اور ایسے لوگ اپنی صحت بھی برباد کر لیتے ہیں۔ عائلی تعلقات اور ازدواجی زندگی پر اس کے خوفناک اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں یاسیت کا مرض بڑھ جاتا ہے اور ان میں خودکشی کی شرح بیس فیصد تک جا پہنچتی ہے۔

انہی وجوہات کی بناء پر قرآن مجید نے ایسی معاشرتی بیماریوں سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً مدہوش کرنے والی چیز اور جوا اور بت پرستی اور تیروں سے قسمت آزمائی یہ سب ناپاک شیطانی عمل ہیں۔ پس ان سے پوری طرح بچو تا تم کامیاب ہو جاؤ۔ یقیناً شیطان چاہتا ہے کہ نشہ اور جوئے کے دوران تمہارے درمیان بغض اور عناد پیدا کر دے اور تمہیں ذکرِ الٰہی اور نماز سے باز رکھے" (سورۃ مائدہ 92-90)۔

آج انگلستان میں بے شمار لوگ جوئے کے نشہ میں گرفتار ہیں اور مختلف قسم کی معاشرتی و سماجی بیماریوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسے افراد کے علاج کے لئے کئی ادارے کام کر رہے ہیں مگر یہ بہت ہی مشکل کام ہے۔ یورپ میں بہت کم لوگوں کو علم ہوگا کہ آج سے پندرہ سو سال قبل بانی اسلام ﷺ کی ایک آواز پر اُن لوگوں نے جن کی گھٹی میں ایسی عادتیں تھی، یک لخت ہر قسم کے نشہ سے ہمیشہ کے لئے کنارہ کشی کر لی۔ یہ نبی کریم ﷺ کی بے مثال قوتِ قدسی کا اعجاز تھا۔ دیگر مذاہب میں نہ تو ان بیماریوں کی نشاندہی کی گئی ہے اور نہ اُن کا کوئی حل بیان فرمایا گیا ہے۔ یہ قرآن حکیم کا امتیازی نشان ہے کہ نہ صرف ایسی معاشرتی بیماریوں کی نشاندہی کرتا ہے بلکہ اُن کا علاج بھی بیان فرماتا ہے۔ افسوس کہ آج مسلمان قرآن حکیم کی تعلیم کو بھلا بیٹھے ہیں اور کئی مسلمان جوئے کے کاروبار میں ملوّث ہیں۔ بعض تو اپنے پیروں، مرشدوں اور فقیروں سے لاٹری کے نمبروں کے بتائے جانے اور دعاؤں کی استدعا کرتے ہیں۔ منافقت کی انتہا دیکھئے کہ اکثر نام نہاد پیر فقیر بھی اپنی ظاہری روحانیت کو چمکانے کی خاطر جہالت کا گھناؤنا کھیل کھیلتے ہوئے اپنے معتقدین کی رہنمائی بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ پر رحم فرمائے اور انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ آمین۔

درس القرآن

﴿یٰۤاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَایَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا۔ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ ۔ وَاتَّقُوْااللّٰهَ ۔اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ﴾(سورۃ الحجرات آیت ۱۳)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اس میں تین باتوں کا ذکر ہے لیکن اصل میں تو پہلی دو باتوں کی ہی مناہی کی گئی ہے۔ تیسری برائی یعنی غیبت میں ہی دونوں آ جاتی ہیں۔ کیونکہ ظن ہوتا ہے تو تجسس ہوتا ہے اس کے بعد غیبت ہوتی ہے۔ تو اس آیت میں یہ فرمایا کہ غیبت جو ہے یہ مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے۔ اب دیکھیں ظالم سے ظالم شخص بھی، سخت دل سے سخت دل شخص بھی، کبھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ اس تصور سے ہی ابکائی آنے لگتی ہے، طبیعت متلانے لگتی ہے۔

ایک حدیث ہے، ''قیس روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے چند رفقاء کے ساتھ چلے جا رہے تھے۔ آپ کا ایک مردہ خچر کے پاس سے گزر ہوا جس کا پیٹ پھول چکا تھا''۔ مرے ہونے کی وجہ سے پیٹ پھول جاتا ہے، کافی دیر سے پڑا تھا۔ '' آپ نے کہا بخدا تم میں سے اگر کوئی یہ مردار پیٹ بھر کر کھالے تو یہ بہتر ہے کہ وہ کسی مسلمان کا گوشت کھائے (یعنی غیبت کرے یا چغلی کرے)۔

(الادب المفرد للبخاری .باب الغیبة وقول الله تعالیٰ: ولایغتب بعضکم بعضا)

تو بعض نازک طبائع ہوتی ہیں۔ اس طرح مرے ہوئے جانور کو، جس کا پیٹ پھول چکا ہو، اس میں سے سخت بدبو آ رہی ہو، تعفن پیدا ہو رہا ہو، اس کو بعض طبیعتیں دیکھ بھی نہیں سکتیں، کجا یہ کہ اس کا گوشت کھایا جائے۔ لیکن ایسی ہی بظاہر حساس طبیعتیں جو مردہ جانور کو تو نہیں دیکھ سکتیں، اس کی بدبو بھی برداشت نہیں کر سکتیں، قریب سے گزر بھی نہیں سکتیں، لیکن مجلسوں میں بیٹھ کر غیبت اور چغلیاں اس طرح کر رہے ہوتے ہیں جیسے کوئی بات ہی نہیں۔ تو یہ بڑے خوف کا مقام ہے، ہر ایک کو اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے۔ اب یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے، کہ فرمایا اگر اس قسم کی باتیں پہلے کر بھی چکے ہو، تو استغفار کرو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اپنے رویے درست کرو، مَیں یقیناً بہت رحم کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا ہوں۔ مجھ سے بخشش مانگو تو مَیں رحم کرتے ہوئے تمہاری طرف متوجہ ہوں گا۔ بعض لوگ غیبت اور چغلی کی گہرائی کا علم نہیں رکھتے۔ ان کو سمجھ نہیں آتی کہ کیا بات چغلی ہے، غیبت ہے۔ بعض اوقات سمجھ نہیں رہے ہوتے کہ یہ چغلی بھی ہے کہ نہیں۔ بعض دفعہ بعض باتوں کو مذاق سمجھا جا رہا ہوتا ہے لیکن وہ چغلی اور غیبت کے زمرے میں آتی ہے اس لئے اس کو مَیں تھوڑی سی مزید وضاحت سے کھولتا ہوں۔

علامہ آلوسی ﴿وَلَایَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:۔

''اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص دوسرے افراد سے ایسی بات نہ کرے جو وہ اپنے بارہ میں اپنی غیر موجودگی میں کئے جانے کو ناپسند کرتا ہے ......اور جو چیز وہ ناپسند کرے اس سے مراد عمومی طور پر یہ ہوگی کہ وہ باتیں اس کے دین کے بارہ میں، یا اس کی دنیا کے بارہ میں کی جائیں، اس کی دنیاوی حالت کے بارہ میں کی جائیں، اس کے مال یعنی امیری غریبی کے بارہ میں کی جائیں۔ یا اس کی شکل وصورت کے بارہ میں کی جائیں، یا اس کے اخلاق کے بارہ میں کی جائیں، یا اس کی اولاد کے بارہ میں کی جائیں، یا اس کی بیوی کے بارہ میں کی جائیں، یا اس کے غلاموں اور خادموں کے بارہ میں کی جائیں، یا اس کے لباس کے بارہ میں اور اس کے متعلقات کے بارہ میں ہوں''۔ (روح المعانی)

تو یہ ساری باتیں ایسی ہیں کہ اگر کسی کے پیچھے کی جائیں تو وہ ناپسند کرتا ہے۔ اب دیکھ لیں کہ اکثر ایسی مجلسوں کا محور یہی باتیں ہوتی ہیں، دوسرے کے بارہ میں تو کر رہے ہوتے ہیں لیکن اگر اپنے بارہ میں کی جائیں تو ناپسند کرتے ہیں اور پھر جب باتیں ہو رہی ہوتی ہیں تو ایسے بے لاگ تبصرے ہو رہے ہوتے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اگر ان کے اپنے بارہ میں یہ پتہ لگ جائے کہ فلاں فلاں مجلس میں ان کے بارہ میں بھی ایسی باتیں ہوئی ہیں تو بُرا لگتا ہے، برداشت نہیں کر سکتے، فوراً مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جو باتیں وہ اپنے لئے پسند نہیں کرتے، اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کریں۔ جن باتوں کا ذکر اپنے لئے مناسب نہیں سمجھتے کہ مجلسوں میں ہوں، اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کریں کہ اس کا ذکر بھی اس طرح مجلسوں میں نہ ہو۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ: 26 دسمبر 2004ء)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حسن خلق اختیار کرو

مَا مِنْ شَیءٍ فِی الْمِیْزَانِ اَثْقَلَ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ ۔ (ابو داؤد)

ترجمہ:۔ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ خدا کے تول میں کوئی چیز اچھے اخلاق سے زیادہ وزن نہیں رکھتی۔

تشریح:۔ اعلیٰ اخلاق دین کا آدھا حصہ ہوتا ہے اور اسلام نے اچھے اخلاق پر انتہائی زور دیا ہے۔دراصل اعلیٰ اخلاق ہر نیکی کی بنیاد ہے، حتیٰ کہ روحانیت بھی در حقیقت اخلاق ہی کا ترقی یافتہ مقام ہے۔اس لئے اس بارے میں بے شمار احادیث بیان ہوئی ہیں۔

اسلام نے اعلیٰ اخلاق کے اظہار کیلئے کسی حقدار کے حق کو نظر انداز نہیں کیا۔خدا سے لیکر بندوں تک اور پھر بندوں میں بادشاہ سے لیکر ادنیٰ خادم تک ہر ایک کے بارے میں حُسنِ خلق کی تاکید فرمائی ہے۔افسر ماتحت، باپ بیٹے، خاوند بیوی، بہن بھائی، ہمسایہ، اجنبی، دوست دشمن، انسان اور حیوان غرض ہر ایک کے حقوق مقرر فرمادیئے ہیں۔اور پھر ان حقوق کو بہترین صورت میں ادا کرنے کی ہدایت دی ہے۔اور کسی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی نظر انداز نہیں کیا، حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم اپنے ملنے والوں کو مسکراتے ہوئے چہرہ سے مل کر ان کے دل کو خوش کرو تو یہ بھی تمہارا ایک نیک خلق ہوگا اور تمہیں خدا کے حضور ثواب کا مستحق بنائے گا۔ایک دوسری حدیث ہے کہ جو شخص بندوں کا شکر گزار نہیں بنتا، وہ خدا کا بھی شکر گزار نہیں بن سکتا۔ایک دوسری جگہ آپؐ فرماتے ہیں کہ رستہ چلتے ہوئے اگر کوئی کانٹے دار چیز یا پاؤں کو پھسلانے والا چھلکا ٹھوکر لگانے والا پتھر یا بدبو پیدا کرنے والی گندی چیز وغیرہ نظر آئے تو اسے رستہ سے ہٹادو تا کہ تمہارا کوئی بھائی اس کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا نہ ہو۔اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بھی اجر دیا جائے گا۔

خود آپؐ کے اخلاقِ فاضلہ کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سوالی کو رد نہیں کیا، کبھی کسی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر اسے چھوڑنے میں پہل نہیں کی، یتیموں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا، بیواؤں کی دستگیری فرمائی، ہمسایوں کو اپنے حسنِ سلوک سے گرویدہ کیا، چھوٹے سے چھوٹے صحابی کی بیماری کا سنا تو اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس سے شفقت اور محبت سے کلام کر کے اس کی ہمت بڑھائی۔اسلام کی تعلیم صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ بے زبان جانوروں سے بھی شفقت کا حکم ہے۔رسول کریم ﷺ اپنے صحابہ کو ہمیشہ تاکید فرماتے تھے کہ "یاد رکھو کہ ہر جاندار چیز پر رحم کرنا ثواب کا موجب ہے"۔

(چالیس جواھر پارے، تصنیف حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم اے، نظارت نشرو اشاعت صدر انجمن احمدیہ قادیان، 2001)

Banino

بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی کے ضمن میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہمارا یہ اصول ہے کہ کل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔اگر ایک شخص ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور یہ نہیں اٹھتا کہ تا آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اس کے چھڑانے کے لئے مدد نہیں کرتا تو میں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں"("سراجِ منیر"، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 28) اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں "میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔میں صرف اُن باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول ہے"۔

(اربعین نمبر ۱، روحانی خزائن جلد17، صفحہ344)

کلام الامام علیہ السلام

''مَیں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو کیونکہ تکبر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو کہ مَیں خدا کی روح سے بولتا ہوں۔ ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہنرمند ہے وہ متکبر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اُس کو دیوانہ کر دے اور اس کے اُس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر عقل اور علم اور ہنر دے دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ وحشمت کا تصور کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبر ہے کیونکہ وہ اس بات کو بھول گیا ہے کہ یہ جاہ وحشمت خدا نے ہی اُس کو دی تھی اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ خدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اسفل السافلین میں جا پڑے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحت بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حسن اور جمال اور قوت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزاء سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اُس کے بدنی عیوب لوگوں کو سناتا ہے وہ بھی متکبر ہے اور وہ اس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم میں اس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اس بھائی سے اس کو بدتر کر دے اور وہ جس کی تحقیر کی گئی ہے ایک مدت دراز تک اس کے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دعا مانگنے میں سست ہے وہ بھی متکبر ہے کیونکہ قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اُس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھا ہے۔ سو تم اے عزیزو! ان تمام باتوں کو یاد رکھو ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متکبر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو۔ ایک شخص جو اپنے ایک بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سننا نہیں چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے اُس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک غریب بھائی جو اس کے پاس بیٹھا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو دعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامور اور مُرسل کی پورے طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامور اور مُرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ تا تم اپنے اہل وعیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو اور جس قدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو۔''

(نزول المسیح. روحانی خزائن. جلد 18. صفحہ403-402)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تکبر سے بچنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبّر جیسی اور کوئی بلا نہیں۔ یہ ایک ایسی بلا ہے جو دونوں جہان میں انسان کو رسوا کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا رحم ہر ایک موحّد کا تدارک کرتا ہے مگر متکبّر کا نہیں۔ شیطان بھی موحد ہونے کا دم مارتا تھا مگر چونکہ اس کے سر میں تکبّر تھا اور آدم کو جو خدا تعالیٰ کی نظر میں پیارا تھا جب اُس نے توہین کی نظر سے دیکھا اور اُس کی نکتہ چینی کی اس لئے وہ مارا گیا اور طوق لعنت اس کی گردن میں ڈالا گیا۔ سو پہلا گناہ جس سے ایک شخص ہمیشہ کے لئے ہلاک ہوا تکبّر ہی تھا''۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 598)

خطاب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بر موقعہ اختتامی اجلاس، سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ۔ یوکے

(4/ اکتوبر 2009ء۔ بمقام اسلام آباد، یوکے)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

جماعتی ذیلی تنظیموں کے نظام میں انصار اللہ کی تنظیم ایک ایسی تنظیم ہے جس کے ممبران اپنی عمر کے لحاظ سے عمر کے اُس حصہ میں پہنچ جاتے ہیں جہاں مکمل طور پر بالغ سوچ ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہئے۔ اِس عمر میں انسان ہر کام سوچ کر اور جذبات سے بالا ہو کر اور ہوش و حواس میں کرتا ہے سوائے اُن لوگوں کے جو ارزل العمر کو پہنچ جاتے ہیں اور پھر اُن کی یادداشتوں اور اعضاء میں اتنی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا وہ بچپن کی عمر میں واپس لوٹ جاتے ہیں اور پیغام رسانی والے پیغام میں یہ صحیح لکھا ہے کہ آخر میں سب کچھ ذہن کھا جاتا ہے اور نہ ذہن رہتا ہے اور نہ ہڈیاں رہتی ہیں۔ انصار اللہ میں انسان چالیس سال کی عمر میں داخل ہوتا ہے اور ایک بڑا لمبا عرصہ کام کرنے کی بھی اور اپنی صلاحیتوں کے اظہار کی بھی توفیق ملتی ہے۔ اِس عمر میں وہ اپنی دنیوی امور کی معراج کو بھی حاصل کرتا ہے اور روحانی امور کی معراج کو بھی حاصل کرتا ہے اور کر سکتا ہے۔ اِس بلوغت کی سوچ کی عمر اور تجربہ کار انسان کو بچوں اور نوجوانوں کی طرح نصیحت تو نہیں کی جا سکتی۔ ہاں یاددہانی کروائی جا سکتی ہے۔ گو یاددہانی بھی نصیحت کی ہی ایک قسم ہے اور اُس کا ایک رنگ ہے لیکن یہ نصیحت اس قسم کی ہے کہ جو انصار کو اس لحاظ سے کروائی جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو ذمہ داریاں تم پر ڈالی ہیں اور جو تم پر عائد ہوتی ہیں شائد انہیں بھول رہے ہو۔ علم تو اکثر کو ہوتا ہے اور یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ جو جماعتی نظام میں شامل ہے اور جو اس عمر کو پہنچ گیا ہے اُس کو بعض باتوں کا علم نہیں۔ علم تو ہے لیکن علم کے باوجود توجہ نہیں دی جا رہی یا بھول رہے ہیں۔ بہر حال جو بھی وجہ ہے یاددہانی تو اس لحاظ سے کروائی جاتی ہے کہ جس بات پر توجہ نہیں دے رہے اور بھول رہے ہو اس پر توجہ کرو یا اگر توجہ ہے تو اُس معیار کے حصول کی کوشش کرو جو انصار کا ہونا چاہئے۔ اس لئے یاددہانی میں یہی کہا جاتا ہے کہ ان امور کی طرف توجہ دو، ان ذمہ داریوں کی طرف توجہ دو، ان کاموں کی طرف توجہ دو جو تمہارے ذمہ لگائے گئے ہیں۔

عبادات کی طرف توجہ

صدر صاحب انصار اللہ سے جب میں نے پوچھا کہ کوئی خاص بات جو انصار کو کہنے والی ہے تو بتائیں۔ انہوں نے کہا اور جیسا کہ انہوں نے رپورٹ میں پڑھا اور اجتماع کے دوران سیشن بھی ہوتے رہے کہ اس سال نمازوں کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانے کو ہم نے سب سے پہلی ترجیح میں رکھا ہے لیکن جو ٹارگٹ ہمیں حاصل کرنے چاہئے تھے وہ حاصل نہیں کر سکے۔ اس لئے اگر اس طرف توجہ دلانا چاہیں تو دلا سکتے ہیں۔ صدر صاحب کا یہ جواب جہاں مجھے حیران کرنے والا تھا وہاں فکر مند کرنے والا بھی تھا کیونکہ نوجوانوں اور بچوں کو تو یہ بار بار نصیحت کی جاتی ہے اور والدین کو اِس کے لئے سب سے مؤثر ذریعہ سمجھا جاتا ہے کہ نمازوں کی طرف توجہ دو اور حقیقت میں والدین ہیں بھی ایک بہت مؤثر ذریعہ۔ لیکن اگر ان میں خود ہی، جن کی اکثریت انصار اللہ میں ہے، اس کام کی طرف پوری توجہ نہیں دی جا رہی تو وہ بچوں اور نوجوانوں کو کس طرح نمازوں کی اہمیت کی طرف توجہ دلا سکتے ہیں یا ان پر نمازوں کی اہمیت واضح کر سکتے ہیں یا اس کی تلقین کر سکتے ہیں۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے تو اپنے بڑوں کو اس قدر تردّد سے اس طرف توجہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا، ان کو تو اس اہتمام سے نمازیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ بہت خطرناک چیز ہے۔ اس طرف پوری توجہ نہ دینے کی وجہ سے جہاں خود انصار اللہ میں اپنی روحانی حالت میں ٹھہراؤ یا گراوٹ کا اظہار ہوتا ہے وہاں یہ امر اگلی نسلوں میں نمازوں کی اہمیت کی طرف توجہ نہ دلانے کا باعث بھی بن رہا ہے۔ تقویٰ سے دور لے جانے والا بن رہا ہے اور پھر انصار اللہ کی عمر تو ایک ایسی عمر ہے جس میں زندگی کے انجام کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ آخر کار بڑھتی عمر کے ساتھ ایک دن انسان کا خاتمہ ہونا ہے اور وہی انجام ہے۔ تو انجام کی طرف یہ جو تیزی سے بڑھتے ہوئے قدم ہیں وہ تو بہت زیادہ فکر اور تردّد کے ساتھ اس طرف توجہ دلانے والے ہونے چاہئیں۔ پس ایک مومن جسے خدا تعالیٰ کا خوف

ہوا پنی عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اپنے انجام کو سامنے دیکھتے ہوئے خوفزدہ ہو جاتا ہے اور خوف کی یہ حالت پھر اسے مجبور کرتی ہے کہ خالص ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور جھکے اور اُس کا قرب چاہے۔

گذشتہ دنوں ہم رمضان کے مہینے سے گزرے ہیں۔ امید کرتا ہوں کہ کمزوروں میں بھی ان دنوں میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہوئی ہوگی اور نمازوں کی طرف توجہ ہوئی ہوگی۔ اور جیسا کہ مساجد کی حاضری سے ثابت ہے کہ توجہ ہوئی ہے۔ پس اس توجہ کو اگر انصار سو فیصدی اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں تو ایک عظیم الشان پاک تبدیلی ہمیں جماعت کے اندر نظر آئے گی جس کے اثرات نہ صرف ہم اپنے اندر محسوس کر رہے ہوں گے بلکہ اپنے بیوی بچوں میں بھی محسوس کر رہے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جب نماز پڑھنے کا حکم فرمایا تو یہ بھی اعلان فرمایا کہ اس ذریعہ سے ایک پاک انقلاب تمہارے اندر پیدا ہوگا۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ کوئی دعا یا ذکر بتائیں جس سے ہمارے اندر پاک تبدیلی پیدا ہو اور وہ پاک تبدیلی اگر پیدا ہو جائے تو پھر قائم بھی رہے۔ سب سے بڑی دعا اور سب سے بڑا ذکر نماز ہی ہے بشرطیکہ اس کا حق ادا کرتے ہوئے وہ ادا کی جائے۔ اس لئے حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: نماز عبادت کا مغز ہے۔ پس جس کو مغز مل جائے جس میں تمام قسم کی دعائیں آجاتی ہیں اور نہ صرف دعائیں آجاتی ہیں بلکہ انسان کی ہر طرح کی عاجزی اور انکساری اور کم مائیگی اور تضرّع کی وہ حالتیں بھی آجاتی ہیں جس سے ایک مومن خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والا بن سکتا ہے تو اُس کو کسی دوسری قسم کے اذکار اور دعاؤں کی کیا ضرورت ہے؟

پس جب انصار اللہ کا نام اپنے ساتھ لگایا ہے تو سب سے پہلا اور بڑا اور اہم تقاضہ انصار اللہ بننے کا یہی ہے کہ اس کی عبادت کے معیار قائم کئے جائیں۔ جیسا کہ میں نے کہا انصار اللہ نے اپنے تعلق باللہ کے ساتھ ساتھ نوجوانوں اور بچوں کے لئے بھی نمونہ بننا ہے اور اگر انصار اللہ میں نمازوں کے بارے میں سستیاں ہوتی رہیں یا ان میں سے ایک بڑا حصہ سستی دکھاتا رہے یا اگر اکثریت نہ سہی مگر ایک حصہ سستی دکھاتا رہے تو جہاں وہ نماز کے اہم فریضہ پر توجہ نہ دے کر اپنے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں کمی کر رہے ہوں گے وہاں وہ ایک مذہبی فریضہ پر پوری طرح عمل نہ کر کے ایک ایسا جرم کر رہے ہوں گے جو مذہبی جرم ہے۔ نماز ایک ایسا اہم فریضہ ہے جس کا ادا کرنا بہت ضروری ہے۔ کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد، اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرنے کے بعد اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کے بعد نماز کے فریضہ کو اسلام کے سب سے اہم رکن کے طور پر رکھا گیا ہے۔ گویا کلمہ طیبہ مسلمان ہونے کا زبانی اقرار ہے اور نماز اس کی عملی تصویر ہے۔ پس جب تک عمل نہ ہو زبانی دعوے کر کے ایک انسان مجرم بنتا ہے۔ ایک ملکی قانون کو تو انسان مان لیتا ہے لیکن اگر عمل اس کے الٹ کرے تو کیا یہ ملکی قانون توڑنے والا مجرم نہیں کہلائے گا۔ یقیناً انسان اس سے مجرم بنتا ہے تو اس طرح نماز کی ادائیگی نہ کرنے والا بھی مذہبی مجرم ہے اور پھر جب بچوں کی تربیت کی ذمہ داری بھی انصار پر ڈالی گئی ہے تو ان کے سامنے نیک نمونے قائم نہ کر کے اور پھر اس امانت کا حق ادا نہ کر کے ایسے لوگ قومی مجرم بن جاتے ہیں۔ اگر قوم میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو وہ ان لوگوں کے عمل کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جن کے سپرد یہ ذمہ داری لگائی ہوتی ہے۔ اگر ان کی نسل میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو ان کی نگرانی اور دعا میں کمی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ پس جب انصار یہ کہتے ہیں کہ الحمد للہ ہم مجلس انصار اللہ کے ممبر ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس مجلس کے ممبر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں مددگاروں کی مجلس ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی توحید کے قیام اور آنحضرت ﷺ کا جھنڈا دنیا میں گاڑنے کے لئے ہر قسم کی عملی مدد کرنے کے لئے بھی تیار ہیں اور عملی مدد کا پہلا اور بنیادی قدم بلکہ ایسا قدم جسے خدا تعالیٰ نے فرائض میں شامل فرمایا ہے نماز ہے۔ اور عبادت کے یہی عملی نمونے جب گھروں میں قائم ہوتے ہیں، نماز کے قیام کی گھروں میں بات ہوتی ہے تو نئی نسل بھی اس کی اہمیت اپنے ذہنوں میں بٹھا لیتی ہے اور اس طرح ہم اپنی نسلوں کی تربیت انہی بنیادوں پر کر رہے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتائی ہیں اور یہ ایک بہت بڑا اہم کردار ہے جو خاموشی سے گھر کا سربراہ ادا کر رہا ہوتا ہے۔ پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ انصار اللہ کی کمزوری سے نسلوں میں کمزوریاں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک بچے نے اُس بزرگ کو صحیح جواب دیا تھا کہ اگر میں کیچڑ میں پھسلا تو میرے پھسلنے سے مجھے چوٹ لگے گی لیکن اگر آپ پھسلے تو پوری قوم کو لے کر ڈوب جائیں گے۔ تو اُس بزرگ نے بھی اس کا صرف ظاہری مطلب نہیں لیا بلکہ اُن کی سوچ اس بات کی گہرائی تک گئی کہ بچہ صحیح کہہ رہا ہے۔ میرے کئی شاگرد ہیں۔ کئی ایسے لوگ ہیں جو میرے پیچھے چلنے والے ہیں۔ میری زندگی کے ہر عمل میں ذرا سی لغزش بھی میرے پیچھے چلنے والوں کی دنیا و آخرت خراب کر سکتی ہے۔ پس یہ سوچ ہے جو انصار اللہ کے ہر ممبر کو ہر ناصر کو اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ تب ہی ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم حقیقی انصار اللہ

ہیں۔ ورنہ مجلس انصار اللہ کی ممبر شپ لے لینا یا اس میں شامل ہو جانا یا چالیس سال کی عمر کے بعد طوعاً و کرعاً یا مجبوری سے اس میں شامل ہو جانا یا جماعتی قواعد کی روح سے اس کا ممبر بننا یا اپنی آمد میں سے کچھ چندہ مجلس دے دینا یا چیرٹی واک میں حصہ لے لینا یا اجتماع پر چند پروگراموں میں حصہ لے لینا یا اجتماع میں دو دن کے لئے شامل ہو جانا آپ کو انصار اللہ نہیں بنا سکتا۔ انصار اللہ وہ ہیں جو دیکھیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں کیا حکم دیئے ہیں۔ ایک مومن کی حیثیت سے ہمارے کیا کیا فرائض ہیں اور پھر ہم نے اُن فرائض پر خالص خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کس طرح عمل کرنا ہے۔ کس طرح ان کو بجالانے کے لئے سعی اور کوشش کرنی ہے۔ پس یہ جو عبادتوں اور نمازوں کی طرف توجہ دلانی ہے یہ بہت اہم چیز ہے۔ انصار اللہ میں سے تو سو فیصد کو اس طرف توجہ ہونی چاہیئے۔

دینی علوم

اس کے علاوہ میں کچھ اور باتوں کی طرف بھی آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ دینی علم کی طرف توجہ اور اس کا حصول۔ یہ قرآنِ کریم، احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ پنگوڑے سے لے کر لحد یعنی قبر تک علم حاصل کرو اور یہ علم حاصل کرتے چلے جانا ایک مومن کا فرض ہے۔ اس لئے یہ تو کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میرا علم اتنا وسیع ہو گیا ہے کہ اب مجھے علم کی ضرورت نہیں۔ غور کرنے پر قرآن کے تو بے انتہا نئے نئے مطالب سمجھ آتے ہیں۔ احادیث میں بھی بعض ایسی غور طلب احادیث ہیں جو بعض اوقات اس کا علم رکھنے والوں کو بھی پوری طرح سمجھ نہیں آتیں اور وہ اس کے لئے پھر اپنے سے بہتر احادیث کا علم رکھنے والوں سے مدد لیتے ہیں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ہیں۔ ہر مرتبہ پڑھنے پر نئے معانی اور معرفت کے نقاط ان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لئے کوئی یہ دعویٰ کر ہی نہیں سکتا کہ ہم نے کتب کو پڑھ لیا ہے۔ یا قرآن کریم کا ترجمہ پڑھ لیا ہے یا تفسیریں پڑھ لی ہیں یا کچھ احادیث پڑھ لی ہیں اس لئے اب ہم اتنے قابل ہو گئے ہیں کہ اب مزید علم کی ضرورت نہیں۔ علم کو تو بڑھاتے چلے جانا چاہیئے۔ جو اپنے آپ کو اپنے زعم میں بہت بڑا علمی آدمی سمجھتے ہیں ان کی سوچیں بڑی غلط ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ الفضل جماعت کا اخبار ہے۔ لوگ وہ نہیں پڑھتے اور کہتے ہیں کہ اس میں کون سی نئی چیز ہوتی ہے، وہی پرانی باتیں ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ جن کے بارے میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا تھا کہ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا، وہ فرماتے ہیں کہ شائد ایسے پڑھے لکھوں کو یا جو اپنے زعم میں پڑھا لکھا سمجھتے ہیں کوئی نئی بات الفضل میں نظر نہ آتی ہو اور وہ شائد مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہوں لیکن مجھے تو الفضل میں کوئی نہ کوئی نئی بات ہمیشہ نظر آجایا کرتی ہے۔ تو جس کو علم حاصل کرنے کا شوق ہو وہ تو پڑھتا رہتا ہے اور بغیر کسی تکبر کے جہاں سے ملے پڑھتا رہتا ہے۔ جو علم رکھتے ہیں انہیں اپنا علم مزید بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے اور جو کم دینی علم رکھتے ہیں اُن کو بھی اس طرف توجہ دینی چاہیئے تا کہ پھر یہ علم جہاں ان کی اپنی معرفت بڑھانے کا باعث بنے وہاں ان کے بچوں کے لئے بھی نمونہ قائم کرنے والا ہو۔ جب بچے دیکھیں گے کہ گھروں میں دینی کتابیں پڑھی جارہی ہیں تو اُن میں بھی رجحان پیدا ہوگا۔ اکثر اُن گھروں میں جہاں یہ کتابیں پڑھی جاتی ہیں اُن کے بچے شروع میں ہی چھوٹی عمر میں ہی کتابیں پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ اور یہ علم پھر سب سے بڑھ کر تبلیغی میدان میں کام آتا ہے۔ انصار اللہ کی ایک خاصی تعداد ایسی ہے جو فارغ ہے تو بجائے گھر میں بیٹھنے کے، گھر والوں کو پریشان کرنے کے مجلس انصار اللہ کو باقاعدہ ایسی سکیم بنانی چاہیئے جس کے تحت انصار اللہ کے جو ممبران ہیں اُن کو تبلیغ کے لئے استعمال کیا جائے اور وہ انصار جو فارغ ہیں خود بھی اپنے آپ کو اس کے لئے پیش کریں اور تبلیغ کے میدان میں مدد کریں۔ جیسا کہ میں نے جماعت کو بھی کہا ہے اور ذیلی تنظیموں کو بھی کہا ہے کہ اسلام اور جماعت کا حقیقی تعارف ہر طبقہ تک پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور دس سال کا ایک منصوبہ بنانا چاہئیے کہ دس سال میں یہاں یو کے میں ہر شخص تک جماعت کا ایک مختصر سا تعارف پہنچا سکیں اور پھر اس کے لئے ہمیں ہر سال کم از کم دس فیصد آبادی تک جماعت کا یہ تعارف پہنچانا ہوگا۔ صرف اتنا سا پیغام ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام کیا ہے؟ آپؑ کی بعثت کا مقصد کیا ہے؟۔ دین کی ضرورت کیا ہے؟۔ اتنا پیغام ہی پہنچ جائے مختصر باتیں ہوں اور آگے پیچھے ایک ورقہ شائع کیا جائے۔ اور اُس پر ہماری ویب سائٹ کا پتہ دیا جائے۔ ایم ٹی اے کا پتہ دیا جائے تا کہ جو دلچسپی رکھنے والے ہیں وہ پھر خود ہی توجہ کرتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ایک چھوٹا سا فنکشن کر کے چند آدمیوں کو چند کتابیں دے دی جائیں جو گھر جا کے رکھ دیتے ہیں اور پڑھتے بھی نہیں اور وہ کتابیں ضائع ہو رہی ہوتی ہیں تو اس طرح وہ کسی اور کے کام آسکتی ہیں۔

بنیادی طور پر پہلے یہ دیکھیں کہ جس کو دے رہے ہیں اس کو مذہب سے یا دین سے کوئی دلچسپی بھی ہے کہ نہیں۔ پس پہلا کام تو یہ کہ جو تعارفی ایک ورقہ ہے وہ ہر شخص تک پہنچ جانا چاہیئے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ مزید رستے کھلتے چلے جائیں گے۔ اگر انصاراللہ میں وہ ممبران جو کچھ نہیں کر رہے اور فارغ بیٹھے ہیں یا کسی ڈاکٹری مشورہ کی وجہ سے، کسی چوٹ وغیرہ کی وجہ سے بھاری کام نہیں کر سکتے اور ان کو ڈاکٹروں نے سرٹیفکیٹ دیا ہو کہ تم نے کام نہیں کرنا تو وہ یہ تبلیغ کا کام تو کر سکتے ہیں۔ وہ اس پیغام کے پہنچانے اور احمدیت کا تعارف پہنچانے کی مہم میں بہت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ جب وہ عملاً اس میدان میں قدم رکھیں گے تو اپنے دینی علم کی ترقی اور دعاؤں کی طرف بھی توجہ پیدا ہو گی اور پھر یہ توجہ بڑھتی چلی جائے گی اور اس سے روحانیت میں ترقی ہوتی چلی جائے گی۔ پس یہ دوسری بات ہے کہ تبلیغ کے میدان میں ایک خاص شوق، جذبے اور کوشش سے اپنے آپ کو پیش کریں۔

مالی قربانیاں

پھر ایک بات دین کی خاطر مالی قربانیوں کی ہے۔ میں پہلے بھی اس طرف توجہ دلا چکا ہوں کہ انصاراللہ کی عمر میں ایک ایسا طبقہ بھی ہوتا ہے جو اپنے پیشہ ورانہ صلاحیتوں یا ہنر کے کمال کو پہنچ چکا ہوتا ہے۔ اسی طرح اپنی آمدنیوں کے، تنخواہوں کے، اجرتوں کے جو Maximum سکیل ہوتے ہیں اُن کو حاصل کر رہا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے آپ کی آمدنیوں میں جو ترقی ہے اس میں دین کا حق بھی اپنی قربانی کے معیاروں کو بلند کرتے ہوئے ادا کریں۔ ایک تو میں نے کہا تھا کہ صفِ دوم کے جو انصار ہیں وہ نظامِ وصیت میں شامل ہونے کی کوشش کریں۔ اگر صفِ دوم کے انصار نے اس طرف توجہ دی ہے اور ان کی اکثریت بلکہ صفِ دوم کے انصار کو تو سو فیصد شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہیے، اگر تو اکثریت شامل ہو گئی ہے تو الحمدللہ اور اگر کوئی مزید گنجائش ہے تو اسے بھی پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور یہ کوشش مجلس انصاراللہ کی سطح پر ہونی چاہیے۔ اگر وہ معیاری عمل نہیں کیے جن کی انصاراللہ سے توقع کی جاتی ہے تو تب بھی توجہ کرنی چاہیے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں ہمارے عمل ایسے ہیں کہ ہمیں وصیت کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ اگر ایسے عمل ہیں تب بھی وصیت کرنی چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی بدولت اللہ تعالیٰ اُن میں نیکی کی روح پھونک دے۔ بلکہ وصیت کرنے کے بعد بہت سے لوگ ایسے ہیں جو مجھے لکھتے ہیں کہ خود بخود توجہ پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی وجہ بھی بن رہی ہے، دعاؤں کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے۔ نمازوں کا حق ادا کرنے کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے۔ قربانیوں کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے۔ قربانیوں کے معیار بلند ہو رہے ہیں۔ ستر یا پچھتر سال کے جو انصار ہوتے ہیں ان میں سے بعض کی وصیت تو مرکز منظور کرتا ہے اور بعضوں کی نہیں کرتا۔ لیکن صف دوم کے جو انصار ہیں ان کو خاص طور پر اس طرف توجہ کرنی چاہیے۔

پھر اسی طرح دوسری مالی تحریکات ہیں ان کی طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے۔ اپنے نام کو دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے مددگار اور ناصر بننے کا اعلان کر رہے ہیں، پھر اپنی قربانیوں کو دیکھیں، خود اپنے جائزے لیں اور پھر اپنے دل سے فتویٰ لیں کہ کیا ہم انصاراللہ ہونے کا حق ادا کر رہے ہیں۔ جب خود اپنی سوچ کو اس نہج پر لائیں گے تو مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک کے اندر پاک تبدیلیوں کے اور قربانیوں کے معیار بڑھتے چلے جائیں گے اور جب یہ بڑھیں گے تو یہی چیز ہے جو من حیث الجماعت جماعت کی بقا اور ترقی کے سامان کرتی ہے۔

خلافت سے وابستگی

پھر انصاراللہ کا ایک اہم کام خلافت سے وابستگی اور اس کے استحکام کی کوشش کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا ہر فرد اس میں لگا ہوا ہے اور بڑے اعلیٰ نمونے پیش کرتے ہیں۔ لیکن انصاراللہ کو اس پر نظر رکھنی چاہیئے کہ جو معیار حاصل کر رہے ہیں یہ یہیں نہ رک جائیں بلکہ بڑھتے چلے جائیں۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے اور یقیناً یہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ خلافت مومنین کے لئے ضروری ہے اور قرآن کریم میں اس کا ذکر بھی فرمایا ہے جیسا کہ فرماتا ہے: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (سورۃ النور:56)

کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے جو ایمان لانے والے ہیں اور نیک عمل کرنے والے ہیں اُن سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اُن کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا یعنی ان میں خلافت کا نظام قائم ہو گا اور مومنین کی جماعت خلیفہ وقت کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی باتوں پر عمل کرنے والی ہو جائے گی۔ گویا کہ وہ ایک جان بن جائیں گے۔ جماعت کا اور خلیفہ کا ایک وجود بن جائے گا۔ افرادِ جماعت اس کے اعضاء ہو جائیں گے اور خلیفہ وقت اس کے دل و دماغ کا کردار ادا کرے

گا۔اور جب یہ سوچ ہر ایک میں پیدا ہو جائے گی تو سوال ہی نہیں کہ کوئی فردِ جماعت اپنے فیصلوں اور اپنے علمی نقطوں اور اپنے عملوں پر اصرار کرے۔ دنیا نے کبھی یہ واقعہ ہوتے نہیں دیکھا کہ دماغ ہاتھ کو ایک حکم دے اور ہاتھ اس حکم کو رد کرتے ہوئے اپنے طور پر کوئی کام سرانجام دے۔ پس جو ایمان لانے والے ہیں، نیک اعمال کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کے احکام ماننے والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق اس جسم کا عضو بن جاتے ہیں جو دماغ کے تابع ہوتے ہیں۔اس جماعت کا حصہ بن جاتے ہیں جو آخری زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے قائم ہو کر پہلوں سے ملنے والی جماعت ہے۔ پھر اس کے عملی نمونے دکھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس انعام کے حقدار ہو جاتے ہیں جو قیامت تک جاری رہنے والا انعام ہے۔

انصار اللہ کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ وہ اس انعام سے حقیقی رنگ میں تبھی فیض اٹھائیں گے جب وہ ہر وقت اپنے ذہن میں یہ رکھیں گے کہ بحیثیت انصار اللہ ہم اس جسم کا اہم عضو ہیں اور جسم کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ہر عضو سلامت ہو اور ہم نے اپنا نام اللہ تعالیٰ کا مددگار رکھ کر اپنے آپ کو جماعت کا وہ اہم حصہ بنالیا ہے۔جس کے عملی نمونے اور پاک تبدیلیاں دوسری تنظیموں اور افرادِ جماعت سے بہت بڑھ کر ہونی چاہئیں۔ ہماری مالی قربانیوں کے معیار بھی دوسروں سے بلند ہوں۔ ہماری تبلیغی سرگرمیوں کے معیار بھی دوسروں سے بلند ہوں۔ ہماری عبادتوں کے معیار بھی دوسروں سے بلند ہوں۔ جب یہ باتیں ہوں گی تو ہم حقیقی انصار اللہ کہلائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ ہے کہ آپؑ کی جماعت کو غلبہ عطا فرمائے گا اور ترقیات سے نوازے گا۔ بے شک راہ میں روکیں آئیں گی مگر جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے ترقی کرتی چلی جائے گی۔ پس جب اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے اور خلافت کا بھی دائمی وعدہ ہے تو پھر اللہ تعالیٰ خلافت کو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دین کے انصار بھی مہیا فرماتا چلا جائے گا۔ گویا انصار اللہ بھی ایک ہمیشہ قائم رہنے والا ادارہ ہے کیونکہ وہ افراد ہی ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ دین کی نصرت کے لئے سامان فرماتا ہے۔ اگر کوئی فرد دین کی نصرت کے لئے اپنے آپ کو تیار نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق اور افراد تیار کر دے گا، اور قومیں تیار کر دے گا اور انصار اللہ کا جو یہ سلسلہ ہے یہ جاری رہے گا اور چلتا چلا جائے گا اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے، اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھتے ہوئے ہمیشہ یہ کوشش کرتے چلے جانا چاہئے کہ ہر فرد ناصرِ دین بنا رہے اور اس کا حق ادا کرنے والا ہو۔ دنیا میں ہم جو جماعتی ترقیات دیکھ رہے ہیں یہ کسی فرد کی یا کسی خاص جماعت کی یا وہاں کے انصار کی مرہونِ منت نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور جماعت کی من حیث الجماعت ایک کوشش ہے جس میں خدا تعالیٰ برکت ڈال رہا ہے۔ جس کے پھل آج ہم کھا رہے ہیں اور انشاء اللہ کھاتے چلے جائیں گے۔ ہمارے بڑوں نے انصار اللہ ہونے کا حق ادا کیا اور بے نفس ہو کر دین کی خاطر قربانیاں کیں۔ آج یہ ہمارا فرض ہے کہ ایک خاص کوشش اور دعا کے ساتھ ساتھ اپنے پیچھے آنے والوں کے لئے راستے ہموار کرتے چلے جائیں۔

حضرت مسیح موعودؑ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ''میں بار بار اور کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ ظاہری نام میں تو ہماری جماعت اور دوسرے مسلمان دونوں مشترک ہیں۔تم بھی مسلمان ہو۔ وہ بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔تم کلمہ گو ہو وہ بھی کلمہ گو کہلاتے ہیں۔تم بھی اتباعِ قرآن کا دعویٰ کرتے ہو۔ وہ بھی اتباعِ قرآن کے مدعی ہیں۔ غرض دعووں میں تم اور وہ دونوں برابر ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ صرف دعووں سے خوش نہیں ہوتا جب تک کوئی حقیقت ساتھ نہ ہو۔ اور دعویٰ کے ثبوت میں کچھ عملی ثبوت اور تبدیلی حالت کی دلیل نہ ہو...... بیعت کی حقیقت سے پوری واقفیت حاصل کرنی چاہئے اور اس پر کاربند ہونا چاہئے اور بیعت کی حقیقت یہی ہے کہ بیعت کنندہ اپنے اندر سچی تبدیلی اور خوفِ خدا اپنے دل میں پیدا کرے اور اصل مقصود کو پہچان کر اپنی زندگی میں ایک پاک نمونہ کر کے دکھاوے۔ اگر یہ نہیں تو پھر بیعت سے کچھ فائدہ نہیں'' ......فرماتے ہیں: ''...... نصیحت کرنا اور بات پہنچانا ہمارا کام ہے۔ یوں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس جماعت نے اخلاص اور محبت میں بڑی نمایاں ترقی کی ہے...... ہزار ہا انسان ہیں جنہوں نے محبت اور اخلاص میں تو بڑی ترقی کی ہے مگر بعض اوقات پرانی عادات یا بشریت کی کمزوری کی وجہ سے دنیا کے امور میں ایسا وافر حصہ لیتے ہیں کہ پھر دین کی طرف سے غفلت ہو جاتی ہے۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ بالکل ایسے پاک اور بے لوث ہو جاویں کہ دین کے سامنے امورِ دنیوی کی حقیقت نہ سمجھیں اور قسما قسم کی غفلتیں جو خدا سے دوری اور مہجوری کا باعث ہوتی ہیں وہ دور ہو جاویں'' ......فرمایا: ''......پس ضروری ہے کہ جو اقرار کیا جاتا ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ اس اقرار کا ہر وقت مطالعہ کرتے رہو اور اس کے مطابق اپنی زندگی کا عملی عمدہ نمونہ پیش کرو۔ عمر کا اعتبار نہیں۔ دیکھو ہر سال میں کئی دوست ہم سے جدا ہو جاتے ہیں''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 605-604 جدید ایڈیشن، ربوہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی زندگی کو اس نہج پر چلانے ولے ہوں، اپنی عبادتوں کے معیار اس حد تک لے جانے والے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول ہم سے چاہتے ہیں اور جن کی تلقین حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ اب دعا کر لیں۔

براہین احمدیہ پر ایک اعتراض کا جواب

(طارق حیات)

Answering Islam سائٹ پر مسٹر گلکرسٹ کا ایک مضمون A study of Ahmadiyya Movement شامل کیا گیا ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعودؑ پر کچھ اعتراضات کئے گئے ہیں۔ مندرجہ ذیل مضمون میں اس کا جواب درج کیا جاتا ہے۔

پیشگوئی کسے کہتے ہیں؟ کیا ہوتی ہے؟ علوم مذاہب کا ایک ادنیٰ سا طالب علم بھی لفظ ''پیشگوئی'' کے کم از کم اس مفہوم کو ضرور جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ سے علم پا کر اس کا کوئی بندہ یا مامور جب کوئی مستقبل کی خبر دیتا ہے تو اس کو ''پیشگوئی'' کہیں گے اور انبیاء یا مذاہب کی تاریخ سے کچھ واقفیت رکھنے والا یہ بھی بخوبی جانتا ہے کہ پیشگوئیاں کئی رنگ کی ہوتی ہیں۔ دور سے چمکنے والی چیز کی مانند۔ کبھی اس کی کی جانے والی تشریح وتوضیح میں تبدیلی ہو جایا کرتی ہے (بشرطیکہ وہ تشریح کسی الہام کی بنا پر ہو) اور کبھی حالات کے بدلنے سے، کبھی اپنی کیفیت کے اعتبار سے، الغرض معلوم تاریخ انبیاء کو سامنے رکھتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ ''پیشگوئی'' جب پوری ہوتی ہے۔ ایک صاحب بصیرت انسان، ایک منصف مزاج شخص کے لئے تو وہ حکمتوں اور علوم کا خزانہ لے کر آتی ہے اور متعصب اور کند ذہن انسان اکثر ٹھوکر کھاتے ہیں اور ان کی عقلوں کا اندھیرا مزید بڑھانے کا سبب بن جایا کرتی ہے۔

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ پیشگوئی دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیا نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔ (ملاکی 4/5) پھر مسیح ناصری علیہ السلام کی یہ پیشگوئی کہ ''جیسے میرے باپ نے میرے لئے ایک بادشاہی مقرر کی ہے میں بھی تمہارے لئے مقرر کرتا ہوں۔ تا کہ میری بادشاہی میں میری میز پر کھاؤ پیو بلکہ تم تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے''۔

(لوقا باب 22 آیت 29-30)

اسی طرح حضرت مسیح ناصری نے ایک جگہ اپنے ماننے والوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ''تم جو اس وقت میرے سامنے کھڑے ہو ہرگز نہ مرو گے کہ تم ابن آدم کو آسمان سے آتا نہ دیکھ لو''۔ (مرقس 9/1)

پھر ایک موقعہ پر پطرس سے فرمایا کہ ''میں بھی تجھ سے یہ کہتا ہوں کہ تو پطرس ہے اور میں اس پتھر پر اپنی کلیسیا بناؤں گا اور عالم ارواح کے دروازے اس پر غالب نہ آئیں گے۔ میں آسمانی بادشاہت کی کنجیاں تجھے دوں گا اور جو کچھ تو زمین پر باندھے گا وہ آسمان پر بندھیگا اور جو کچھ تو زمین پر کھولے گا وہ آسمان پر کھلے گا''۔

(متی باب 16 آیت 19-18)

ان سب پیشگوئیوں کو اگر اس معیار پر رکھا جائے جو صاحبِ مضمون نے پیش کیا ہے تو پھر تو سارے نبیوں کی پیشگوئی سے ایمان ہی اٹھ جائے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ پیشگوئی کو اچھی طرح سمجھا جائے۔

ایک دوسری اہم بات جو صاحبِ مضمون کے علم وانصاف کا ساتھ نہیں دیتی وہ یہ ہے کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک عزم کو پیشگوئی قرار دے دیا۔ جو کسی طور سے مناسب نہ تھا۔

گلکرسٹ صاحب لکھتے ہیں: ''آپ نے براہین احمدیہ کی پچاس (Volume) جلدیں شائع کرنے کی پیش گوئی کی تھی جبکہ صرف پانچ جلدیں شائع کیں''۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پچاس جلدوں (Volumes) کو شائع کرنے کی کوئی پیش گوئی نہیں فرمائی ہے۔ بلکہ اپنے ایک عزم کا اظہار فرمایا ہے کہ میں جس موضوع پر قلم اٹھانے جارہا ہوں وہ اس قدر وسیع اور ضروری مضمون ہے کہ گویا پچاس حصوں پر محیط ہو جائے گا۔

اول اعتراض

(براہین احمدیہ پچاس جلدوں پر محیط ہوگی جب کہ صرف پانچ جلدیں چھپی ہیں)

.....حضرت مسیح موعودؑ اس تناظر میں دو باتیں بیان فرمارہے ہیں

ا.....اس کتاب میں تین سو مضبوط اور محکم عقلی دلائل سے صداقت اسلام کو ثابت کیا جائے گا۔

۲.....یہ کتاب پچاس حصوں پر مشتمل ہوگی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے تین سو دلائل کے ضمن میں فرمایا کہ یہ کام مکمل ہو چکا ہے:-

''ہم نے صدہا طرح کا فتور اور فساد دیکھ کر کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا تھا اور کتاب موصوف میں تین سو مضبوط اور محکم عقلی دلائل سے صداقت اسلام کو فی الحقیقت آفتاب سے بھی زیادہ تر روشن دکھلایا گیا''۔ (براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 62)

پھر ایک اور جگہ فرمایا کہ: ''لوگ کہتے ہیں کہ براہین میں جو دلائل کا وعدہ دیا گیا تھا وہ پورا نہیں ہوا حالانکہ براہین میں صداقت اسلام کے واسطے کئی لاکھ دلیل ہے''

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 267)

اعتراض کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس کتاب کے پچاس حصے لکھوں گا۔ اس حصہ پر معترض کو اعتراض یہ ہے کہ وعدہ تو پچاس کا تھا اور صرف پانچ حصے لکھے گئے۔ اور پانچ لکھ کر یہ تحریر فرما دیا گیا کہ: ''پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفاء کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 6) پس ثابت ہوا کہ وعدہ پورا نہیں ہوا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ اعتراض درست نہیں ہے۔

اول یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ دراصل اسلام اور بانی اسلام پر ہونے والے

اعتراضات کے رد میں، حقیت اسلام کو اور قرآن کو غیر مذاہب پر حجت کے طور پر پیش کرنے کیلئے ایک بڑے منصوبے پر کام کر رہے تھے۔ اور اس کے لئے آپ نے حقانیت اسلام کے لاتعداد نا قابل تردید ثبوت اکٹھے کرنے شروع کر دیئے۔

ان دلائل پر مشتمل کتاب براہین احمدیہ آپ نے لکھنی شروع کی اور جب پہلے چار حصے مکمل کر لئے تو حصہ چہارم کے اختتام پر آپ نے الگ سے ایک خصوصی نوٹ دیا جس کا عنوان ہے ''ہم اور ہماری کتاب'' اس میں آپ نے اس کتاب کے مستقبل کے بارے میں ساری بات کھول کر لوگوں کے سامنے رکھ دی اور کچھ امر بھی مخفی نہ رکھا۔

''ابتداء میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی اس وقت اس کی کوئی اور صورت تھی پھر بعد اس کے قدرت الٰہیہ کی ناگہانی تجلی نے اس احقر عباد کو موسیٰ کی طرح ایک ایسے عالم سے خبر دی جس سے پہلے خبر نہ تھی یعنی یہ عاجز بھی حضرت ابن عمران کی طرح اپنے خیالات کی شب تاریک میں سفر کر رہا تھا کہ ایک دفعہ پردہ غیب سے انی انا ربک کی آواز آئی اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی سو اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت رب العالمین ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ کس انداز ہ اور مقدار تک اس کو پہنچانے کا ارادہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر اس نے جلد چہارم تک انوار حقیت اسلام کے ظاہر کئے ہیں یہ بھی اتمام حجت کے لئے کافی ہیں''۔

اب اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کا اپنا عزم تو اس کتاب کے بارے میں کچھ اور تھا مگر جب خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو مامور مقرر کرنے کا وقت آ گیا تو پھر آپ کے تمام کام، تمام عزائم اور تمام ارادے خدا کی مرضی کے تابع ہو گئے اسی لئے آپ نے یہ بات بیان فرمائی کہ ''اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت رب العالمین ہے''۔ اسی طرح اس کے حجم کے اندازے کے بارے میں فرمایا کہ '' کچھ معلوم نہیں کہ کس انداز ہ اور مقدار تک اس کو پہنچانے کا ارادہ ہے''۔

پھر یہ کہ حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میری زندگی کا اصل مقصد اسلام کی خدمت کرنا تھا جو آپ نے ساری زندگی کیا۔ حضور نے حقیت اسلام کے جس مشن کا آغاز فرمایا اس کے لئے 50 حصے لکھنے کا عزم تھا معاملہ اس سے کہیں زیادہ بڑھ گیا اور آپ نے 80 سے زیادہ کتب صداقت اسلام اور باطل مذاہب کے رد میں تحریر فرمائیں۔ جو کہ آج بھی اس بات کی منتظر ہیں کہ کوئی آئے اور ان کا جواب دے۔ مگر تائید خداوندی سے لکھے جانے والی یہ کتب مخالفین اسلام کے لئے لاجواب ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ان 50 حصوں کے لکھنے کا مقصد حقانیت اسلام کے تین سو دلائل لکھنا تھا جو کہ آپ نے مکمل کیا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:-

''ہم نے صد ہا طرح کا فتور اور فساد دیکھ کر کتاب براحین احمدیہ کو تالیف کیا تھا اور کتاب موصوف میں تین سو مضبوط اور محکم عقلی دلائل سے صداقت اسلام کو فی الحقیقت آفتاب سے بھی زیادہ تر روشن دکھلایا گیا'' (براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 62)

یعنی پچاس حصے لکھنے کا جو وعدہ تھا وہ تو ان شائع شدہ حصوں میں ہی مکمل ہو گیا۔

سوم۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کتاب کے لئے جو مضمون تیار کیا تھا اسکے حجم کی تعین حضورؑ کے انگریزی اشتہار سے ہوتی ہے جو کہ ہزاروں کی تعداد میں پوری دنیا میں تقسیم کیا گیا۔ آپؑ فرماتے ہیں:-

All these evidences will be found by persual of the book which will consist of nearly 4800 pages of which about 592 pages have been published. (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۳۰)

گویا کہ وہ کتاب جو 5 حصوں میں 1101 صفحات کی شکل میں چھپ کر سب کے سامنے ہے در اصل اس کتاب کے 4800 صفحات تیار کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ پھر جب آپ نے دیکھا کہ وہ اہم مقصد جس کے لئے آپ نے پچاس حصوں کا وعدہ کیا تھا وہ تو صرف 5 حصوں میں ہی پورا ہو گیا ہے تو پھر آپ نے مزید 4800 صفحات شائع کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اس طرح آپ کی طرف سے کوئی بھی وعدہ خلافی نہ ہوئی بلکہ آپ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا۔

چہارم یہ کہ معترض کہتا ہے کہ آپ نے پچاس جلدیں (Volumes) شائع کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

یہ بات غور طلب ہے کہ حصے کا انگریزی ترجمہ volume تو نہیں ہوتا پھر ایسا کیوں لکھا گیا۔ حضور علیہ السلام جو کہ کتاب کے مصنف ہیں وہ اس کتاب میں لفظ ''حصے'' کے لئے جزو کا لفظ استعمال فرما رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے 37 جزو چھپ چکے ہیں جو کہ 592 صفحات ہیں۔ اس کے بعد اس کتاب کا پانچواں حصہ لکھتے ہیں جس کے 428 صفحات ہیں تو معلوم ہوا کہ 37 جزو لکھنے کے بعد 428 صفحات مزید لکھ کر حضور علیہ السلام نے 26 جزو اور شائع فرما دیئے۔ گویا کہ آپ نے براہین احمدیہ جس کے 50 حصے لکھنے کا عزم فرمایا تھا اس کے 63 حصے رجز ولکھ کر شائع فرما دیئے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے کتاب کے نہ صرف حصے مکمل کئے بلکہ مضمون یعنی تین سو دلائل صداقت اسلام کا کام بھی مکمل کیا۔

مزید برآں یہ کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:-

''اس جگہ یہ امر بھی واجب الاطلاع ہے کہ پہلے یہ کتاب صرف تیس پینتیس جز تک تالیف ہوئی تھی اور پھر سو جز تک بڑھا دی گئی اور دس روپیہ عام مسلمانوں کے لئے اور پچیس روپے دوسری قوموں اور خواص کے لئے مقرر ہوئی۔ مگر اب یہ کتاب بوجہ احاطہ جمیع ضروریات تحقیق و تدقیق اور اتمام حجت کیلئے تین سو جز تک پہنچ گئی ہے جسکے مصارف پر نظر کر کے یہ واجب معلوم ہوتا تھا کہ آئندہ قیمت کتاب سو روپیہ رکھی جائے۔ مگر بباعث پست ہمتی اکثر لوگوں کے یہی قرین مصلحت معلوم ہوا کہ اب وہی قیمت مقررہ سابقہ کہ گویا کچھ بھی نہیں ایک دوامی قیمت قرار پاوے۔ اور لوگوں کو ان کے حوصلہ سے زیادہ تکلیف دیکر پریشان خاطر نہ کیا جائے۔ لیکن خریداروں کو یہ استحقاق نہیں ہوگا کہ جو بطور حق واجب کے اس قدر اجزا کا مطالبہ کریں بلکہ جو اجزا از ائد از حق واجب ان کو پہنچیں گی وہ محض للہ فی اللہ ہوں گی اور ان

کا ثواب ان لوگوں کو پہنچے گا۔ کہ جو خالصاً للہ اس کام کے انجام کیلئے مدد کریں گے''۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 135)

پس اس کتاب کے حجم کی اگر بات کی جائے تو مصنف کی اپنی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب 300 جزو تک پہنچ گئی۔ مگر دو واضح روکوں کے باعث کتاب کے وہ جزو شائع نہ ہوئے۔

اول.........لوگوں کی عدم توجہ (اس حصے کا ذکر کچھ آگے چل کر کیا جائے گا)

دوم.........پریس کی مشکلات

جہاں تک پریس کا معاملہ تھا تو اس سلسلے میں کئی مرتبہ لمبا عرصہ تاخیر ہو جاتی تھی۔ اور اس تاخیر کا حضور اپنی تحریرات میں ساتھ ساتھ ذکر کرتے چلے جاتے تھے۔ تحریر فرماتے ہیں: ''یہ کتاب اب تک قریب نصف کے چھپ چکتی مگر بباعث علالت طبع مہتمم صاحب سفیر ہند امرتسر پنجاب کہ جن کے مطبع میں یہ کتاب چھپ رہی ہے اور نیز کئی اور طرح کی مجبوریوں سے جو اتفاقاً ان کو پیش آ گئیں سات آٹھ مہینے کی دیر ہو گئی''۔ (روحانی خزائن جلد اول صفحہ 4)

مولوی ابوالحسن ندوی کی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے معترض یہ لکھتے ہیں:۔

''پہلے چار حصے چھپنے کے بعد پانچواں حصہ 25 سال کی تاخیر سے شائع ہوا جب کہ لوگوں کی بہت بڑی تعداد جنہوں نے کتاب کی قیمت حضور کی تحریک پر پیشگی ادا کر دی تھی، فوت ہو چکی تھی۔''

براہین احمدیہ کی اشاعت سے قبل حضورؑ نے کئی لوگوں کو خطوط لکھے، اشتہارات شائع فرمائے جن میں مسلسل اس بات کی لوگوں کو تحریک کی ہم اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے کتاب براہین احمدیہ شائع کر رہے ہیں۔ اس کی اشاعت کیلئے امراء اسلام جو ذی ہمت اور اولی العزم ہیں وہ آگے آئیں، مالی معاونت فرمائیں تا کتاب کو شائع کیا جاسکے اور یہ مفید کتاب عام مسلمانوں میں پھیل جائے اور کسی مسلمان پر اس کتاب کو خریدنا گراں نہ ہو۔

اس کتاب کی اشاعت پر جو خرچ آیا وہ 25 روپے تھا جو کہ بہت بڑی رقم تھی۔ حضورؑ کی خواہش تھی کہ یہ کتاب عام مسلمانوں کی رسائی میں ہو اور وہ آرام سے اس کو خرید سکیں۔ اس غرض کے لئے حضورؑ نے اس کتاب کی قیمت عام مسلمانوں کے لئے 10 روپے اور امراء اور صاحب استطاعت لوگوں کے لئے 25 روپے رکھی۔ اس سے یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ حضورؑ کا مقصد اس سے کوئی کاروبار کرنا نہ تھا بلکہ زیادہ سے زیادہ اسلام کی خدمت آپ کا مدعا تھا جو کہ آپ نے ساری زندگی کیا۔

آپ اپنے ایک خط میں میر عباس علی صاحب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

''آپ اس کے خریداروں کی فراہمی میں یہ ملحوظ خاطر شریف رکھیں کہ کوئی ایسا خریدار شامل نہ ہو جس کی محض خرید و فروخت پر نظر ہو۔ بلکہ جو لوگ دینی محبت سے مدد کرنا چاہتے ہیں انہی کی خریداری مبارک اور بہتر ہے کیونکہ درحقیقت یہ کوئی خرید و فروخت کا کام نہیں۔ بلکہ سرمایہ جمع کرنے کیلئے ایک تجویز ہے۔ مگر جن کا اصول محض خریداری ہے اُن سے تکلیف پہونچتی ہے۔ اور وہ اپنے روپیہ کو یاد دلا کر تقاضا کرتے رہتے ہیں۔ سو ایسے صاحب اگر خریداری کے سلسلہ میں داخل نہ ہوں اور روپیہ نہ بھیجیں۔ اور کچھ مدد نہ دیں۔ تو یہ ان کے لئے اس حال سے بہتر ہے کہ کسی وقت بدگمانی اور شتابکاری سے پیش آویں'' (مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ 1)

پس یہ ثابت ہو گیا کہ حضور کا مقصد جو سرمایہ اکٹھا کرنے سے تھا وہ محض کتاب کی اشاعت کے لئے تھا نہ کہ کوئی کاروباری سوچ تھی۔

اعتراض میں یہ بات بھی کہی گی ہے کہ بہت بڑی تعداد نے پیشگی رقم ادا کر دی اور یہ تاثر دیا گیا ہے کہ کیوں نہ رقم واپس کی گئی۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کے دوران کوئی بھی ایسا مرحلہ نہیں آیا کہ جب ''بہت بڑی تعداد'' نے پیشگی رقم ادا کی ہو۔ جس بہت بڑی تعداد نے رقم ادا کی اس کے بارے میں حضور فرماتے ہیں کہ:۔

''چونکہ یہ مخالفین پر فتح عظیم اور مومنین کے دل و جان کی مراد تھی اس لئے امراء اسلام کی عالی ہمتی پر بڑا بھروسا تھا جو وہ ایسی کتاب لاجواب کی بڑی قدر کریں گے اور جو مشکلات اس کی طبع میں پیش آ رہی ہیں۔ ان کے دور کرنے میں بدل و جان متوجہ ہو جائیں گے مگر کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کیا تحریر میں لاویں۔ اللّٰہ المستعان واللّٰہ خیر و ابقی!!'' (براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ 62)

حضورؑ فرماتے ہیں: ''بعض صاحبوں نے قطع نظر اعانت سے ہم کو سخت تفکر اور تردّد میں ڈال دیا ہے، ہم نے پہلا حصہ جو چھپ چکا تھا اس میں سے قریب ایک سو پچاس جلد کے بڑے بڑے امیروں اور دولت مندوں اور رئیسوں کی خدمت میں بھیجی تھی اور یہ امید کی گئی تھی جو امراء عالی قدر خریداری کتاب کی منظور فرما کر قیمت کتاب جو ایک ادنیٰ رقم ہے بطور پیشگوئی بھیج دیں گے اور ان کی اس طور کی اعانت سے دینی کام باسانی پورا ہو جائے گا''۔

اور ہزار ہا بندگان خدا کو فائدہ پہنچے گا۔ اسی امید پر ہم نے قریب ڈیڑھ سو کے خطوط اور عرائض بھی لکھے اور بہ انکسار تمام حقیقت حال سے مطلع کیا مگر باستثناء دو تین عالی ہمتوں کے سب کی طرف سے خاموشی رہی نہ خطوط کا جواب آیا نہ کتابیں واپس آئیں مصارف ڈاک تو سب ضائع ہوئے لیکن اگر خدانخواستہ کتابیں بھی واپس نہ ملیں تو سخت دقت پیش آئے گی اور بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا افسوس جو ہم کو اپنے معزز بھائیوں سے بجائے اعانت کے تکلیف پہنچ گئی اگر یہی حمایت اسلام ہے تو کارِ دین تمام ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ 63)

''بہت بڑی تعداد'' جس کو قرار دیا جا رہا وہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہو گئی۔ جو باقی بچے ان کے بارے میں بار بار اعلان کیا گیا کہ اگر آپ کو تسلی نہیں ہے تو پھر اپنے پیسے واپس منگوالیں۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: ''ہم بکمال غربت عرض کرتے ہیں کہ اگر قیمت پیشگی کتابوں کا بھیجنا منظور نہیں تو کتابوں کو بذریعہ ڈاک واپس بھیج دیں ہم اسی کو عطیہ عظمیٰ سمجھیں گے اور احسان عظیم خیال کریں گے ورنہ ہمارا بڑا حرج ہوگا۔ اور گم شدہ حصوں کو دوبارہ چھپوانا پڑے گا کیونکہ یہ پرچہ اخبار نہیں کہ جس کے ضائع ہونے میں کچھ مضائقہ نہ ہو ہر یک حصہ کتاب کا ایک ایسا ضروری ہے کہ جس کے تلف ہونے سے ساری کتاب ناقص رہ جاتی ہے برائے خدا ہمارے معزز اخوان سرد مہری اور لاپروائی کو کام میں نہ لائیں اور دنیوی استغناء کو دین میں استعمال نہ کریں اور ہماری اس مشکل کو سوچ لیں کہ اگر ہمارے پاس اجزا کتاب کے ہی نہیں

ہوں گے تو ہم خریداروں کو کیا دیں گے اور ان سے پیشگی روپیہ کہ جس پر چھپنا کتاب کا موقوف ہے کیونکر لیں گے۔ کام ابتر پڑ جائے گا اور دین کے امر میں جو سب کا مشترک ہے ناحق کی دقت پیش آ جائے گی''۔ (براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ 63)

اسی طرح لکھا: ''لیکن پھر بھی ہم نے بعض جاہلوں کے ناحق کے شور وغوغا کا خیال کر کے دو مرتبہ اشتہار دے دیا کہ جو شخص براہین احمدیہ کی قیمت واپس لینا چاہے وہ ہماری کتابیں ہمارے حوالے کرے اور اپنی قیمت لے لے۔ چنانچہ وہ تمام لوگ جو اس قسم کی جہالت اپنے اندر رکھتے تھے انہوں نے کتابیں بھیج دیں اور قیمت واپس لے لی۔ اور بعض نے کتابوں کو بہت خراب کر کے بھیجا مگر پھر بھی ہم نے قیمت دیدی۔ اور کئی دفعہ ہم لکھ چکے ہیں کہ ہم ایسے کمینہ طبعوں کی ناز برداری کرنا نہیں چاہتے اور ہر ایک وقت قیمت واپس دینے پر تیار ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایسے دنی الطبع لوگوں سے خدا تعالیٰ نے ہم کو فراغت بخشی۔ مگر پھر بھی اب مجدداً ہم یہ چند سطور بطور اشتہار لکھتے ہیں کہ اگر اب بھی کوئی ایسا خریدار چھپا ہوا موجود ہے کہ جو غائبانہ براہین کی توقف کی شکایت رکھتا ہے تو وہ فی الفور ہماری کتابیں بھیج دے اور ہم اس کی قیمت جو کچھ اس کی تحریر سے ثابت ہوگی اس کی طرف روانہ کر دیں گے۔ اور اگر کوئی باوجود ہمارے ان اشتہارات کے اب بھی اعتراض کرنے سے باز نہ آوے تو اس کا حساب خدا تعالیٰ پاس ہے۔'' (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد نمبر 11 صفحہ 422)

پھر فرمایا: ''اگر میں نے براہین احمدیہ کی قیمت کا روپیہ تم سے وصول کیا ہے تو تمہیں خدا تعالیٰ کی قسم ہے۔ جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے کہ براہین احمدیہ کے وہ چاروں حصے میرے حوالے کرو اور روپیہ لے لو۔ دیکھو میں کھول کر یہ اشتہار دیتا ہوں کہ اب اس کے بعد اگر تم براہین احمدیہ کی قیمت کا مطالبہ کرو اور چاروں حصے بطور ویلیو پے ایبل میرے کسی دوست کو دکھا کر میری طرف بھیج دو اور میں ان کی قیمت بعد لینے ان ہر چہار حصوں کے ادا نہ کروں تو میرے پر خدا کی لعنت ہو۔ اور اگر تم اعتراض سے باز نہ آؤ اور نہ کتاب کو واپس کر کے اپنی قیمت لو تو پھر تم پر خدا کی لعنت ہو۔ اسی طرح ہر ایک حق جو میرے پر ہو ثبوت دینے کے بعد مجھ سے لے لو۔ اب بتلاؤ اس سے زیادہ میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی حق کا مطالبہ کرنے والا یوں نہیں اٹھتا تو میں لعنت کے ساتھ اس کو اٹھاتا ہوں اور میں پہلے اس براہین کی قیمت کے بارے میں تین اشتہار شائع کر چکا ہوں جن کا یہی مضمون تھا کہ میں قیمت واپس دینے کو تیار ہوں۔ چاہئے کہ میری کتاب کے چاروں حصے واپس دیں اور جن دراہم معدودہ کے لئے وہ مر رہے ہیں وہ مجھ سے وصول کریں۔''

(اشتہار 15 دسمبر 1900) (اربعین نمبر 4 روحانی خزائن جلد نمبر 17 صفحہ 457)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کتاب کا جواب دینے والے کے لئے دس ہزار روپے کا انعام مقرر فرمایا ہے۔ آج تک اس کا جواب لکھنے کی کسی کو بھی توفیق نہیں ہوئی۔ ہماری اس مضمون نگار سے درخواست ہے کہ اس کی جلدوں کی تعداد گننے کے بجائے صداقت اسلام پر حضور علیہ السلام نے جو دلائل دیئے ہیں ان کو تو ذکر کر دکھلائیں۔

قلمی تعاون

ادارہ ''انصارالدین'' کو مختلف صلاحیتوں کے حامل ایسے انصار کی تلاش ہے جو مضامین رقم کرنے کے علاوہ اردو سے انگریزی اور انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ یہ کام کر سکتے ہیں تو براہ کرم خاکسار سے براہ راست رابطہ کیجئے:

مدیر اعلیٰ

Phone: 02089920843

بقیہ رپورٹ سالانہ اجتماع

ہوئے۔

دوپہر کے کھانے اور ظہر و عصر کی نمازوں کی ادائیگی کے بعد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صدارت میں تلاوت قرآن کریم سے اجتماع کے اختتامی اجلاس کا آغاز ہوا۔ تمام انصار نے حضور انور کی نیابت میں انصار اللہ کا عہد دہرانے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام کے بعد محترم صدر صاحب انصار اللہ نے اجتماع کی رپورٹ پیش فرمائی۔ اس کے بعد علمی و ورزشی مقابلہ جات میں ریجنل اور انفرادی سطح پر اوّل پوزیشن حاصل کرنے والے انصار نے اور دوران سال مجموعی طور پر بہترین کارکردگی دکھانے والی مجالس اور ریجن کے زعماء کرام نے حضور انور کے دست مبارک سے انعامات حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی۔

اپنے اختتامی خطاب میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے کی ذمہ داری انصار اللہ کی ہے۔ اس لئے اپنے پاک نمونوں کے ذریعہ خدام، اطفال اور لجنہ کی تربیت کریں اور ان کو ان نمونوں پر چلانے کی کوشش کریں۔ حضور انور کے خطاب کا مکمل متن اسی شمارہ میں شائع کیا جا رہا ہے۔

آخر میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعا کروائی جس کے ساتھ یہ سالانہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

اعتذار

بعض ناگزیر انتظامی مجبوریوں کے باعث گزشتہ چند ماہ میں رسالہ ''انصارالدین'' کی اشاعت ممکن نہیں ہوسکی۔ انتظامیہ اِس امر پر معذرت خواہ ہے۔ قارئین دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر قسم کی رکاوٹوں کو بخیر و عافیت دُور فرما دے اور مجلس انصار اللہ برطانیہ کے ترجمان اِس رسالہ کی اشاعت میں آئندہ کوئی تعطّل واقع نہ ہو۔ آمین

ضرورتِ مذہب

(ڈاکٹر محمد جلال شمس)

مذہب کی تعریف

مذہب عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کا معنی ''راستہ'' یا طریق ہے۔ یعنی وہ راستہ یا طریق جس پر چل کر منزلِ مقصود تک پہنچنا ممکن ہو۔ حضرتِ اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مذہب تو ایک عام لفظ ہے۔ اس کے معنی، چلنے کی جگہ یعنی راہ کے ہیں۔ اور یہ دین کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ہر قسم کے علوم وفنون، طبقات الارض، طبعی، طبابت، ھئیت وغیرہ میں بھی ان علوم کے ماہرین کا ایک مذہب ہوتا ہے۔ اس سے کسی کو چارہ ہو سکتا ہی نہیں۔ یہ تو انسان کے لئے لازمی امر ہے۔ اس سے باہر ہو ہی نہیں سکتا۔ پس جیسے انسان کی روح جسم کو چاہتی ہے، معانی الفاظ اور پیرایہ کو چاہتے ہیں، اسی طرح انسان کو مذہب کی ضرورت ہے۔''

(ملفوظات۔ جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 236)

دین کی تعریف

اردو میں بالعموم مذہب اور دین، ہم معنی سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن عرب ممالک میں ان دونوں الفاظ میں فرق کیا جاتا ہے۔ عربوں کے نزدیک ''مذہب'' سے مُراد دین نہیں بلکہ ''فقہی مسلک'' ہوتا ہے۔ اور ''مذاہبِ اربعہ'' کی اصطلاح بالعموم استعمال ہوتی ہے۔ جس سے مُراد سُنت کے چار فقہی مسالک لئے جاتے ہیں۔ جہاں تک دین کا تعلق ہے، یہ بھی عربی زبان کا ایک لفظ ہے اور لغوی طور پر اس کے مختلف معنی ہیں۔ ''المنجد'' عربی زبان کی مشہور لُغت ہے۔ اس لُغت میں ''دین'' کے مندرجہ ذیل معنی بیان ہوئے ہیں۔

.اَلْجَزَاءُ.........بدلہ

.اَلْمُکَافَأَۃُ.......انعام

.اَلْقَضَاءُ...........فیصلہ

.اَلْمُلْکُ وَالسُّلْطَانُ.......بادشاہت اور غلبہ

.اَلْحُکْمُ..........حکومت اور بادشاہت

.اَلتَّدْبِیْرُ............تدبیر کرنا

.اَلْحِسَابُ ....حساب وکتاب

سیّدنا حضرت اقدس مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ''دین'' کے بعض اور معنی بھی فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

.اَلطَّاعَۃُ..........فرمانبرداری

.اَلسِّیْرَۃُ.........طریقہ۔ مذہب اور لوگوں سے معاشرت کی کیفیت

.اِسْمٌ لِجَمِیْعِ مَایُعْبَدُ بِهِ اللهُ.............دین نام ہے ان تمام طریقوں کا جن کے ذریعے خُدا تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے۔

.اَلْمِلَّۃُ.........نظامِ جماعت

.اَلْوَرَعُ.........بدیوں اور ممنوعات سے بچنا۔

.اَلْمَعْصِیَۃُ.........اطاعت سے نکلنا۔

.اَلْحَالُ.......حالت یا کیفیت۔

.اَلشَّأْنُ.........ایک خاص حالت

.اَلْعَادَۃُ.........عادت۔

(تفصیل کیلئے دیکھیں۔ تفسیرِ کبیر۔ جلد دہم۔ تفسیر سورۃ الکافرون صفحہ 416-415)

بہت سی یورپین زبانوں میں دین کیلئے ''Religion'' یا اس سے ملتے جُلتے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ لاطینی زبان میں اس لفظ کے معنی ہیں ''مضبوطی سے کسی عقیدہ پر قائم ہو جانا۔ ظاہر ہے کہ مغربی زبانوں میں، بلکہ دنیا کی تمام زبانوں میں وہ وسعت نہیں جو عربی زبان میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک کی زبانوں میں استعمال ہونے والا لفظ بہت ہی محدود مفہوم کو بیان کرتا ہے۔ جبکہ عربی زبان میں استعمال ہونے والا لفظ یعنی ''دین'' زیادہ وسعت کا حامل ہے۔ اور زیادہ وسیع معنی پر دلالت کرتا ہے۔

دین یا مذہب کی ضرورت

اس میں شک نہیں کہ دُنیا کے بڑے بڑے مذاہب کی تعلیمات میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے دین یا مذہب کی ضرورت کا ذکر کرنا بظاہر بہت مشکل ہے۔ تاہم مختلف ادیان کی عمومی خصوصیات کو ذہن میں رکھتے ہوئے دین یا مذہب کی ضرورت کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ دین یا مذہب کی جن خصوصیات کو سامنے رکھتے ہوئے ضرورتِ مذہب بیان کی جارہی ہے۔ دیگر مذاہب یا ادیان میں اُن خصوصیات کی کوئی مکمل اور واضح تصویر ہمیں نظر نہیں آتی۔ جبکہ اسلام انکی حقیقی، مکمل اور واضح تصویر پیش کرتا ہے۔ بہرحال دُنیا کے معروف ادیان کو سامنے رکھتے ہوئے ضرورتِ دین اور مذہب کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

مذہب، ایک برتر ہستی کا تصور پیش کرتا ہے۔ جو قادرِ مطلق ہے۔ جو حافظ و ناصر ہے۔ اس ہستی کو عربی میں ''اللہ''، فارسی اور اُردو میں ''خُدا'' اور ہندی میں ''پرمیشر''، انگریزی میں ''God'' کہا جاتا ہے۔ اسی برتر ہستی کے تصور نے بگڑ کر بتوں کو جنم دیا۔ اور اسی تصور نے عیسایئت میں ''تثلیث'' کی شکل اختیار کی۔ لیکن ان تمام تصورات کا مرکزی نکتہ ایک برتر ہستی کا وجود ہے۔ اسی ہستی کی عبادت کی جاتی ہے۔ اسی سے مُرادیں مانگی جاتی ہیں۔ اس برتر ہستی کی تلاش فطرتِ انسانی میں ودیعت کی گئی ہے۔ اور مذہب اسی ضرورت کی تکمیل کرتا ہے۔

۔ دُنیا کے تمام مذاہب میں نیکی اور بدی کا تصور پایا جاتا ہے جس سے انسانی فطرت کی تربیت کے مواقع میسر آتے ہیں۔

۔ برتر ہستی کا خوف انسان کو بُرے کاموں سے روکتا ہے۔ اور اچھے کام کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اسی سے اچھائی اور بُرائی کا تصور جنم لیتا ہے۔

۔مذہب، اخروی زندگی اور جزا سزا کا تصور پیش کرتا ہے۔جس کے نتیجہ میں انسانی اعمال میں توازن پیدا ہوتا ہے۔
۔دُنیا کے تمام بڑے مذاہب میں انبیاء یا رسُولوں کا وجود نظر آتا ہے۔جو معمولی درجہ سے ترقی کر کے اعلیٰ ترین مدارج تک پہنچے۔دُنیا کی شدید مخالفتوں کے باوجود انبیاء نے ترقی کی منازل طے کیں۔ان انبیاء کا وجود اپنے اپنے زمانوں میں اپنے اپنے علاقہ کے انسانوں کیلئے ایک نمونہ تھا۔بنی اسرائیل کے انبیاء کے علاوہ ہندوستان، ایران اور چین میں ظاہر ہونے والے انبیاء اس حقیقت کا ایک زندہ ثبوت ہیں کہ تمام انبیاء اپنے وقت کے انسانوں، یا اپنی اپنی قوم کیلئے بہترین نمونہ تھے۔
۔مذہب انسان کو مادی اقدار سے نکال کر معنوی اقدار کی طرف لیجاتا ہے۔
۔مذہب انسان کو قربانی کا درس دیتا ہے۔
۔مذہب بالعموم اخروی زندگی کا عقیدہ پیش کرتا ہے۔جہاں مظلوموں کی دادرسی ہوگی اور ظالموں کا محاسبہ کیا جائے گا۔اس عقیدہ سے دُنیا کے مظلوموں کی ڈھارس بندھتی ہے اور ظالموں کو ظلم سے دور رہنے کا سبق ملتا ہے۔

دین اسلام کی برتری

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جاچکا ہے، اسلام کو دیگر تمام ادیان پر ہر لحاظ سے برتری حاصل ہے۔یہ ایک دعویٰ ہی نہیں بلکہ ایک ٹھوس حقیقت ہے۔مثلاً توحید کا جو تصور اسلام نے پیش کیا وہ دیگر ادیان میں نظر نہیں آتا۔اسی طرح دیگر ادیان کی تعلیمات عالمی نہیں۔نہ ہی اُن کے انبیاء عالمی شان وشوکت کے مالک ہیں۔جبکہ دینِ اسلام نے واضح طور پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ اسکی تعلیمات ساری دُنیا کے انسانوں کیلئے ہیں۔دیگر ادیان کی پیش کردہ تعلیمات ایک مخصوص زمانہ کیلئے تھیں جبکہ اسلام کی پیش کردہ تعلیم دائمی ہے۔دیگر مذاہب کے انبیاء ایک مخصوص قوم کیطرف مبعوث ہوئے۔لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام دُنیا کے انسانوں کیطرف مبعوث ہوئے۔دیگر انبیاء کے اقوال اور اعمال محفوظ نہیں لیکن آنحضرت ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور اقوالِ مطہرہ بڑی تفصیل سے محفوظ ہیں۔دیگر ادیان اور اسلام میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ باقی ادیان کی کُتبِ سماویہ اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہیں۔لیکن قرآن کریم آج بھی اُسی شکل میں محفوظ ہے جس شکل میں یہ نازل ہوا تھا۔ایک فرق یہ بھی ہے کہ باقی ادیان میں وحیِ الٰہی کا کوئی تصور موجود نہیں۔جبکہ دین اسلام وہ واحد دین ہے جو آج بھی مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ کے امکان کا دعویٰ کرتا ہے۔

حضرت قمر الانبیا صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ دیگر ادیان اور دینِ اسلام کی تعلیمات میں موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"دیگر مذاہب کے متعلق اسلام کی پوزیشن مخالفت کی نہیں بلکہ فی الجملہ تصدیق کی ہے کیونکہ گذشتہ نبیوں کے متعلق جن کی صداقت دُنیا میں مسلّم ہوچکی ہے اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ بھی خُدا کے برگزیدہ رسُول تھے۔اور اسکی طرف سے اپنے اپنے زمانہ کی ہدایت کے لئے مبعوث کئے گئے تھے۔انہوں نے اپنے اپنے وقت میں دُنیا کو روشنی پہنچائی اور خدا کی معرفت کا سبق دیا مگر اُنکی رسالت کا دائرہ خاص خاص زمانوں اور خاص خاص قوموں ے ساتھ محدود تھا اور ساری دُنیا کیلئے اور سارے زمانوں کے لئے نہیں تھا۔اس لئے اب اُنکی رسالت کا دور ختم ہے لیکن آنحضرت ﷺ کی رسالت ساری دُنیا کیلئے تھی اور آپ کا پیغام سارے زمانوں پر وسیع تھا اسلئے آپ ﷺ کا دور قیامت تک چلے گا اور ختم نہیں ہوگا۔پہلے نبیوں کے دور کو اس لئے محدود رکھا گیا کہ اس وقت تک بنی نوع آدم کی ذہنی اور تمدنی ترقی ابتدائی حالت میں تھی اور نسلِ انسانی ابھی تک اس درجہ کو نہیں پہنچی تھی کہ اس کیلئے ایک کامل اور آخری شریعت نازل کی جاوے پس اس ماہر ڈاکٹر کی طرح جو بیماری حالت کے مطابق نُسخہ تجویز کرتا ہے خُدا نے اُس زمانہ میں الگ الگ قوموں کیلئے وقتی اور عارضی شریعتیں نازل فرمائیں لیکن جب وہ وقت آیا کہ تمام دُنیا ایک ملک کے حکم میں آنے لگی اور اُن کی ذہنی اور تمدنی ترقی اس نکتہ کو پہنچ گئی کہ وہ ایک کامل اور دائمی شریعت کی متحمل ہوسکیں جو ساری قوموں اور سارے زمانوں کیلئے وسیع ہو تو اللہ تعالیٰ نے تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر کے ایک مشترک اور کامل شریعت نازل فرمادی مگر اس میں بھی قوموں اور زمانوں کے اختلاف کو کلّی طور پر نظر انداز نہیں کیا۔بلکہ ایک اصولی اشتراک قائم کر کے تفصیلات میں ایسی تعلیم پیش کی جو وقتی اور قومی حالات کے ماتحت مختلف صورتیں اختیار کرسکتی ہے۔

مثلاً اسلام نے تعدادِ ازدواج کی اجازت دی ہے مگر اس بات کا حُکم نہیں دیا کہ ہر شخص ضرور ہر حال میں ایک سے زیادہ شادی کرے۔بلکہ اسے افراد اور قوموں اور مُلکوں کے حالات پر چھوڑ دیا ہے کہ اُن کے حالات جس بات کے متقاضی ہوں وہ انہیں مناسب قیود کے تحت اختیار کرسکتے ہیں۔اس اصولی تعلیم کے ماتحت اگر کوئی فرد اپنے لئے خاص حالات میں دُوسری شادی ضروری خیال کرے مثلاً اُس کے اولاد نہ ہو اور وہ حصولِ اولاد کیلئے دُوسری شادی کرنا چاہے یا کوئی قوم جو قلتِ تعداد کیوجہ سے تباہی کے کنارے پر پہنچ رہی ہو وہ اپنی نسلی ترقی کیلئے تعددِ ازدواج کو اختیار کرنا چاہے تو اسلامی تعلیم کے تحت اُس کیلئے رستہ کُھلا ہے۔اور ان حالات میں کسی دانا عورت کو محض جذبات سے متاثر ہو کر اس ضروری قربانی سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیئے۔

اِسی طرح مثلاً بعض گذشتہ نبیوں کی تعلیم میں صرف انتقام پر زور دیا گیا ہے اور بعض نبیوں کی تعلیم میں صرف عفو پر زور دیا گیا ہے۔جسکی یہ وجہ ہے کہ اس زمانہ میں قوموں کے حالات اس مخصوص تعلیم ے متقاضی تھے۔یعنی اگر کوئی قوم پست ہوکر گر گئی اور ان میں بزدلی اور ونائت پیدا ہوگئی اور غیرت کا جذبہ مٹ گیا تو انہیں اُوپر اُٹھانے کی غرض سے انتقام پر زور دیا گیا۔تا کہ اُن کے اندر خُودداری کا جذبہ اور عزتِ نفس کا احساس پیدا ہو۔اور اگر کوئی قوم سخت دل ہوگئی اور نرمی اور درگزر کی صفت کو کھو بیٹھی تو اس کیلئے انتقام کا دروازہ بند کر کے صرف عفو پر زور دیا گیا تا کہ اُنکے اندر شفقت اور رأفت کا جذبہ پیدا ہو۔مگر اسلام کی تعلیم چونکہ ساری قوموں اور اور سارے زمانوں کے واسطے تھی اس لئے اس میں اخلاق کی جڑ پر ہاتھ رکھ کر یہ اصولی ہدایت دی گئی کہ انتقام اور عفو دونوں ہی اپنی اپنی جگہ اچھی چیزیں ہیں اور انسانی اخلاق کی درستی کیلئے دونوں ضروری ہیں۔پس جہاں حالات اس بات کے متقاضی ہوں کہ مجرم سے انتقام لیا جائے وہاں انتقام لینا چاہیئے اور جہاں عفو کرنا مناسب ہو اور اس کے نتیجہ میں اصلاح کی صورت پیدا ہوتی ہو تو وہاں عفو سے کام لینا چاہیئے۔اسی طرح کئی دوسرے مسائل میں اسلام نے متوازی اور متقابل ہدایات دی ہیں جن میں یہی غرض مدِنظر ہے کہ پیش آمدہ حالات کے ماتحت مناسب رستہ اختیار کیا جا سکے۔مگر اصولی اور اہم امور میں ایک واحد اور مشترک

شریعت بیان کر کے اتحاد و اتصال کی صورت بھی قائم کر دی گئی ہے۔

ایک اور فرق اسلامی شریعت اور سابقہ شریعتوں میں یہ ہے کہ سابقہ شریعتوں کے وقت چونکہ بنی نوع آدم کا علم ایک ابتدائی حالت میں تھا اس لئے اس وقت کی شریعتوں نے انسانی اعمال میں زیادہ تفصیل کے ساتھ دخل دیا ہے۔ اور بعض چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی شریعت کے دائرہ میں شامل کر لیا گیا ہے۔ لیکن اسلامی شریعت میں اس طریق کو بدل کر صرف اہم باتوں کے بیان کر دینے پر اکتفا کی گئی ہے۔ اور ایسی تفصیلات میں جن میں انسان خود اپنی عقل اور علم سے ایک اچھا رستہ تجویز کر سکتا ہے اُسے آزاد رہنے دیا گیا ہے تا کہ اسے بلا وجہ تنگی محسوس نہ ہو اور اس کے دماغی نشوونما کیلئے راستہ کھلا رہے۔ مثلاً اکثر پرانی شریعتوں میں اس بات کے متعلق تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں کہ عبادت کی جگہ کیسی ہونی چاہیے اور اسے کسطرح پاک وصاف کیا جائے اور انسانی جسم کو کس طرح صاف رکھا جائے وغیرہ وغیرہ۔ مگر شریعت اسلامی نے نسلِ انسانی کے ترقی یافتہ حالات کے ماتحت ان امور میں ایک اصولی تعلیم دیکر تفصیلات کے فیصلہ کو خود لوگوں کی عقل اور ان کے حالات پر چھوڑ دیا ہے۔

اسی طرح اسلامی شریعت اور سابقہ شریعتوں میں ایک فرق یہ ہے کہ سابقہ شریعتوں میں چونکہ انسانی ذہن کی نشوونما کامل نہیں تھی اور انسان خُدا کی ساری صفات کا نقشہ سمجھنے کے قابل نہیں تھا اس لئے صرف چند صفات کا علم دیا گیا اور انہیں بھی ایسے استعاروں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جسے اُس وقت کا اوسط انسانی دماغ آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا تھا۔ مثلاً بہت سی سابقہ شریعتوں میں انسان کے ساتھ خُدا کے تعلق کو ظاہر کرنے کیلئے خُدا کو بطور اب یعنی باپ کے پیش کیا گیا ہے۔ لیکن اسلامی شریعت میں آ کر خُدا کی ساری صفات کا ظہور مکمل ہو گیا اور خُدا کا وجود اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور باپ وغیرہ کے استعارے چھوڑ کر جن کے ساتھ ہمیشہ شرک کے خطرہ کا امکان رہتا تھا الوہیت کے صحیح نقشہ کو پیش کیا گیا۔ چنانچہ اب کے لفظ کی جگہ رب کی صفت رکھی گئی۔ جو اب کی نسبت بہت زیادہ وسیع اور بہت زیادہ گہرے تعلق پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ اب کے معنی صرف اسی حد تک محدود ہیں کہ دو نر و مادہ آپس میں ملیں اور ایک تیسری چیز پیدا ہو جائے۔ خواہ اس کے بعد اس تیسری چیز کا اپنے باپ کیساتھ کوئی تعلق قائم رہے یا نہ رہے۔ جیسا کہ عموماً حیوانات اور ادنیٰ درجہ کے انسانوں میں ہوتا ہے۔ مگر رب سے مُراد ایک ایسی ہستی ہے جو ایک چیز کو نیست سے ہست میں لائے۔ پھر اس کی پرورش کا سامان مہیا کرے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ رہے اور اس کی زندگی کے ہر دور میں اسکی محافظ ہو اور ہر دور کی ضروریات کو بصورتِ احسن پورا کرے اور پھر اسے درجہ بدرجہ اعلیٰ کمالات تک پہنچائے۔ یہ ایک ایسا اعلیٰ اور وسیع مفہوم ہے جس کیساتھ اب کے ادنیٰ اور محدود مفہوم کی کوئی نسبت نہیں۔ اسی طرح کئی اور فرق ہیں جو اسلامی شریعت اور سابقہ شریعتوں میں پائے جاتے ہیں۔''

(سلسلہ احمدیہ۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔ 1939 قادیان صفحہ 225 تا 229)

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے مسلمانوں کے دین کے یعنی اسلام اور کافروں کے دین یعنی عقیدہ یا طریقِ کار میں بعض اصولی فرق بیان فرمائے ہیں۔ انکا ذکر بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ حضورؓ لفظ ''دین'' کے لغوی معنی کا ذکر کرنیکے بعد فرماتے ہیں۔

''لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ مسلمانوں کا دین عبادت کا اور طریق پیش کرتا ہے اور کافر کا دین اور طریق پیش کرتا ہے۔ اور ہر دو طریقِ کار چونکہ متضاد اور مختلف ہیں اس لئے دونوں گروہوں کا جمع ہونا ناممکن اور محال ہے۔ گویا لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ کے فقرہ نے سابق آیات کے مفہوم کو کھول دیا اور وہ خلش اور سوال جو طبیعت میں پیدا ہوتا تھا کہ آخر اس اعلان میں براءۃ کی کیا ضرورت پیش آئی تھی اسکو جامع مانع الفاظ کیساتھ حل کر دیا۔

حل لغات میں لفظ ''دین'' کے گیارہ معنی لکھے گئے ہیں اور وہ سارے کے سارے اس آیت پر چسپاں ہوتے ہیں۔ اور ان معنوں کو چسپاں کرنے کے بعد یہ مضمون واضح ہو جاتا ہے کہ کس طرح اس سوال کو جو قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ کے بعد طبعاً دل میں پیدا ہوتا تھا حل کر دیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ محمد ﷺ اور آپ کے متبعین مجبور ہیں کہ وہ اعلان کر دیں کہ وہ اپنے مذہب کے اصولِ عبادت کو چھوڑ کر کفار کے ساتھ متحد فی العباد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس کی زبردست وجوہات ہیں جو اختصاراً لفظِ دین میں ہی بیان کر دی گئی ہیں اور جنکا ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔

اوّل۔ مسلمان جس قادر و قیوم ہستی کو مانتے ہیں اُنکے نزدیک اسکی اطاعت کے اصول اور ہیں اور کافروں کے نزدیک اُن کے معبودوں کی پیروی کے اصول اور۔ (دِيْن بمعنی اَلطَّاعَةُ)

دوم۔ مسلمانوں کا طریقِ عبادت اور ہے اور کافروں کا طریقِ عبادت اور۔ (دِيْن بمعنی مَا يُعْبَدُ بِهِ اللهُ)

سوم۔ مسلمانوں کے اصول حکومت اور ہیں اور کافروں کے اور۔ (دِيْن بمعنی اَلسُّلْطَانُ وَالْمُلْكُ وَالْحُكْمُ)

چہارم۔ مسلمانوں کے نزدیک تقویٰ اور نیکی اور بدی کی تعریف اور ہے اور کافروں کے نزدیک اور۔ اسی طرح مسلمانوں کے نزدیک حلال اور حرام کے اصول اور ہیں اور کافروں کے نزدیک اور۔ (دِيْن بمعنی اَلْوَرَعُ وَالْمَعْصِيَةُ)

پنجم۔ مسلمانوں کے لوگوں سے معاشرت کے اصول اور ہیں اور کافروں کے اور۔ (دِيْن بمعنی اَلسِّيْرَةُ)

ششم۔ مسلمانوں کی تدبیر اور ہے اور کافروں کی اور۔ (دِيْن بمعنی اَلتَّدْبِيْرُ)

ہفتم۔ مسلمانوں کی عادات اور ہیں اور کافروں کی اور۔ (دِيْن بمعنی اَلْعَادَةُ)

ہشتم۔ مسلمانوں کے روزمرہ کاموں کے اصول اور ہیں اور کافروں کے اور (دِيْن بمعنی اَلْحَالُ)

گویا لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں اور کافروں کے نہ اصول ملتے ہیں اور نہ طریقِ کار۔ اس لئے مسلمانوں کی طرف سے یہ اعلان کہ ہم کفار کیساتھ عبادت میں اتحاد نہیں کر سکتے بالکل صحیح اور درست ہے۔ اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

کفار اگر کچھ کہہ سکتے ہیں تو صرف یہ کہ جو اصول اور طریقِ کار مسلمانوں نے اختیار کئے ہیں وہ غلط ہیں۔ اگر اُن کی یہ بات ثابت ہو جائے تو بیشک اسلام کا دعویٰ

باطل ہو جاتا ہے۔لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اسلام کے پیش کردہ اصول اور طریق کار صحیح اور اہم ہیں تو پھر مسلمانوں کا کافروں سے عبادت میں علیحدگی اختیار کرنا بالکل درست اور ایک ضروری امر ہو جاتا ہے۔اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔(تفسیر کبیر۔جلد دھم۔تفسیر سورۃ الکافرون۔حضرت مصلح موعودؓ صفحہ 417 تا 418)

حضرت مصلح موعودؓ نے تفسیر کبیر جلد دھم میں دینِ اسلام اور اسکے متبعین نیز دیگر مذاہب اور انکے متبعین کے درمیان تفصیلی موازنہ کرتے ہوئے اسلام کی برتری ثابت فرمائی ہے۔تفصیل کیلئے تفسیر کبیر جلد دھم میں بیان فرمودہ مندرجہ ذیل مضامین کا مطالعہ کریں۔

۔یورپ کے مذہب کا علوم میں دخل صفحہ 153۔

۔اسلام کے مقابل پر تمام مذاہب متحد ہو جاتے ہیں۔صفحہ 178۔

۔اسلام اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی ترقی کے الگ الگ ذرائع۔صفحہ 212-213۔

۔آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت تمام مذاہب توہمات اور خلافِ عقل عقائد میں مبتلا تھے۔صفحہ 248۔

۔تزکیہ کے بارہ میں اسلام اور دوسرے مذاہب کا موازنہ۔صفحہ 326۔

۔اسلام ہی ایسا مذہب ہے جسکے سارے احکام فلسفہ پر مبنی ہیں۔(اسکی چند مثالیں) صفحہ 423۔

۔اسلام واحد عالمگیر مذہب ہے۔صفحہ 457

۔اسلام کے بعد سوائے یہودیت کے کوئی مذہب نہ توحید کا قائل ہے نہ خُدا تعالیٰ کی رحمانیت کا۔صفحہ 530۔

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اسلام اور دیگر مذاہب کی تعلیمات کا موازنہ کرتے ہوئے دینِ اسلام کی برتری بیان فرمائی ہے۔نیز اسلام کی اُن خوبیوں کا ذکر فرمایا ہے جو دُنیا کے کسی بھی اور مذہب میں پائی نہیں جاتیں۔مثلاً حضورؓ فرماتے ہیں: "اسلام میں میانہ روی کی تعلیم ہے۔لیکن اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب میں میانہ روی کی تعلیم نہیں پائی جاتی۔" (حضورؓ نے یہودیت اور عیسائیت کی تعلیم کا اسلامی تعلیم سے موازنہ کیا ہے۔تفصیل کیلئے دیکھیں تفسیر کبیر۔جلد ہشتم صفحہ 40)

"سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب ایسا نہیں جس میں سنّت کا لفظ پایا جاتا ہو ......سنّت کی اصطلاح سوائے اسلام کے اور کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔یہ اصطلاح اسلام سے مخصوص ہے۔" (تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ 108)

"کوئی مشکل ایسی نہیں جس کا علاج اسلام میں موجود نہ ہو۔بیشک اسلام نے یہ کہا ہے کہ نماز کیلئے مسجد میں آؤ لیکن اگر مسجد نہ ہو تو گھر پر ہی پڑھ لو۔اگر کوئی خاص جگہ عبادت کیلئے نہیں ملتی تو مٹی پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرلو۔وضو نہیں کر سکتے تو تیمم کرلو۔پھر امام کے متعلق کوئی خاص شرائط نہیں۔سوائے اس کے کہ وہ متقی ہو۔مگر عیسائیوں میں صرف ایک دن کی عبادت کے متعلق ہی کئی قسم کی شرائط پائی جاتی ہیں......اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے کس قدر آسانی پیدا کردی ہے کہ وہ عبادت کے متعلق اس قسم کی کوئی قطعی پابندی اُن پر عائد نہیں کرتا۔"
(تفسیر کبیر۔جلد ہشتم صفحہ 434)

"اسلام کے نزدیک مسجد کا دروازہ ہر مذہب وملت کے شرفا کیلئے کُھلا ہے۔"
(تفسیر کبیر۔جلد ششم۔صفحہ 24)

"عبادات میں مساوات قائم کرنے کیلئے اسلام نے امامت کیلئے بھی کسی خاندان یا کسی قوم کی خصوصیت نہیں رکھی۔" (تفسیر کبیر۔جلد ششم۔صفحہ 24)

"غریب اور امیر مسجد میں ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں......کیونکہ مسجد میں اسلام نے ہر ایک کو برابر کا حق دیا ہے۔" (دیگر مذاہب سے موازنہ۔تفصیل کیلئے دیکھیں تفسیر کبیر۔جلد ششم صفحہ 24)

"ساری دُنیا میں صرف ایک ہی قوم ہے جس کو خُدا تعالیٰ کی طرف سے نام ملا اور وہ مسلمان ہیں۔" (تفسیر کبیر۔جلد ششم صفحہ 107)

"اسلام اُن مذاہب میں سے نہیں جو مذہب کا دائرہ عمل صرف چند عبادات اور افکار تک محدود رکھتے ہیں اور امور اعمال دنیوی کو ایک علیحدہ عمل قرار دیتے ہیں۔اور اُن میں کوئی دخل نہیں دیتے۔ایسے مذہب یہ تو کہیں گے کہ نماز یوں پڑھو، روزے یوں رکھو، صدقہ وخیرات یوں کرو۔لوگوں کے حقوق یوں بجالاؤ۔مگر کوئی ایسا حکم نہیں دینگے جس کا نظام کیساتھ تعلق ہو۔یا اقتصادیات کیساتھ تعلق ہو۔یا بین الاقوامی حالات کیساتھ تعلق ہو۔یا لین دین کے معاملات کیساتھ تعلق ہو۔یا ورثہ کیساتھ تعلق ہو۔اسی قسم کے مذاہب میں سے ایک مسیحی مذہب ہے۔" (تفسیر کبیر۔جلد ششم۔صفحہ 361)

"اسلام کے سوا جس قدر مذاہب پائے جاتے ہیں اُن پر چلنے والے یہی کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد پتہ لگے گا کہ ہمیں کیا ملتا ہے۔لیکن سچے مذہب کا پیرو اس دُنیا میں بتادیتا ہے کہ مجھے یہ کچھ ملا ہے۔" (تفسیر کبیر۔جلد ششم۔صفحہ 348)

"اسلام مومنوں کیساتھ یہ وعدہ کرتا ہے کہ اگر وہ سچے دل سے اسلام پر ایمان لائیں اور اس کے احکام کے مطابق عمل کریں تو اللہ تعالیٰ انکو اپنی ہمکلامی کا شرف عطا فرماتا ہے۔اور مصائب کے اوقات میں اپنے ملائکہ کے ذریعہ اُنکے دلوں کو تسلی دیتا اور آئندہ حاصل ہونے والی اعلیٰ درجہ کی کامیابیوں کی بشارات دیتا ہے۔مگر دوسرے مذہب والے صرف اگلے جہان کا وعدہ کرتے ہیں۔......اسلام کے سوا دُنیا میں جس قدر مذاہب پائے جاتے ہیں، چونکہ وہ اس دُنیا میں الٰہی برکات کا کوئی نمونہ دکھانے کی طاقت نہیں رکھتے۔نہ خُدا تعالیٰ کا الہام اُن پر نازل ہوتا ہے، نہ معجزات ونشانات سے اُنکی تائید ہوتی ہے، نہ دعاؤں کی قبولیت کا کوئی نمونہ اُن سے ظاہر ہوتا ہے۔اس لئے وہ صرف اگلے جہان کے انعامات کا وعدہ کرتے رہتے ہیں۔......یہ اسلام اور دوسرے مذاہب میں ایک نمایاں فرق ہے جو اسلام کی فضیلت اور اس کے مِن جانب اللہ ہونے کا ایک زبردست ثبوت ہے۔" (تفسیر کبیر۔جلد ششم صفحہ 348-349)

"اے ہمارے رسولؐ، ہم نے تجھے ساری دُنیا کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔لیکن اکثر لوگ اس بات کو سمجھتے نہیں۔کیونکہ پہلے ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔اور جو تعلیم وہ لاتا تھا صرف اپنی قوم کیلئے لاتا تھا......مگر خُدا نے کہا اب دُنیا میں ایک ہی مذہب کی حکومت ہوگی اور ظاہری اور باطنی طور پر تمام دُنیا ایک ہی جھنڈے کے نیچے ہوگی۔" (تفسیر کبیر۔جلد ششم۔صفحہ 429)

مغرب میں عورتوں کا قبولِ اسلام

(ترجمہ و تلخیص: ڈاکٹر شمیم احمد)

(ایک کتاب Women Embracing Islam میں اس بات کا تجزیہ کیا گیا ہے کہ دنیا میں بالخصوص مغرب میں اسلام کیوں مقبول ہوتا جا رہا ہے۔ مختلف مضامین میں بہت سی وجوہات پر بحث کی گئی ہے جن میں اسلام اور دیگر مذاہب کی تعلیم اور اسلامی اور غیر اسلامی کلچر کا ذکر پایا جاتا ہے۔ انصار الدین کے قارئین کے لئے یہ مضمون ترجمہ و تلخیص کے ساتھ پیش کیاجا رہا ہے)

گذشتہ دہائی میں مذہب کی طرف دلچسپی کے رجحان میں اچھا خاصہ اضافہ ہوا ہے۔ 11 ستمبر 2001ء کے واقعہ کے بعد سے اسلام قبول کئے جانے کے واقعات میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسے مذہب تبدیل کرنے والوں کو مغربی عیسائی شک بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اُن کے ساتھ اُن کا رویّہ معاندانہ ہوتا ہے۔ تبدیلیٔ مذہب، بالخصوص اسلام کی قبولیت، سیاسی طور پر بہت وزنی اور ایک خاص اہمیت کی بات ہے۔ اِس میں ایک طرح دو مذاہب کے درمیان مجادلہ کی سی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ سب مذاہب کسی نہ کسی وقت دوسروں کو اپنے اپنے مذہب کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، کبھی دلائل کے ساتھ، کبھی فائدہ پہنچا کر اور کبھی جبر کے ساتھ۔ مذہب تبدیل کرنے والوں کو اکثر مرتد کہا گیا اور اُن کو مختلف اقسام کی تکالیف کا سامنا کرنے پر مجبور کیا جاتا رہا ہے۔ عمومی طور پر مذہب میں داخل ہونے کا راستہ آسان بنایا جاتا ہے مگر جو مذہب سے نکلنا چاہیں اُن کے لئے راستے بند کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور مختلف مذاہب میں مختلف قسم کے ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں۔

عورتیں کیوں زیادہ اسلام قبول کر رہی ہیں، اس کتاب میں یہ موضوع زیرِ بحث ہے۔ عام طور پر عورتیں مرد کا مذہب اختیار کر لیتی ہیں جس کا مطلب ہے کہ دنیا میں عورت کو حقِ خود ارادیت دینے کا رواج کم ہے۔ عورتوں کو عام طور پر تابعدار اور انفعالی سمجھا جاتا ہے یعنی اُن سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ خاموشی سے فیصلوں کو قبول کر لیں۔ عورتوں کے لئے اُن کی زندگی کے بہت سے فیصلے ان کی فیملی کرتی ہے حتیٰ کہ مذہب کا انتخاب بھی، حالانکہ یہ کہا جاتا ہے کہ ہر انسان اپنی نجات کے لئے خود ذمہ دار ہے۔ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے مذہب سے جدا ہونا چاہے تو اسے سخت حالات مثلاً بچوں سے علیحدگی کی صورت میں یا معاشی تنگی بطورِ سزا برداشت کرنا پڑتی ہے۔

جنس، تبدیلیٔ مذہب اور مغرب

مغرب میں عورتوں کا اسلام قبول کرنا ایک نازک مسئلہ کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ مذہب اور قومیت کی حدود دپھلانگنا عمومی امن میں مخل ہونے کے ساتھ ساتھ تشدد پیدا کرنے کا بھی موجب ہوسکتا ہے۔ خصوصی طور پر عورتوں کا مذہب تبدیل کرنا زیادہ شدید ردِعمل پیدا کرسکتا ہے کیونکہ عمومی طور پر عورت کو مذہب اور قومیت کا ایک نشان سمجھا جاتا ہے۔ عورتوں کا اسلام قبول کرنا، اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان ایک شدید مجادلہ کی صورت اختیار کرسکتا ہے۔ مذہب تبدیل کرنے والی عورتوں کو عموماً نفرت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک ڈچ عورت نے کہا کہ "لوگ ہمیں گھور گھور کر دیکھتے ہیں شاید اس لئے کہ ہم نے اپنی نسل کے ساتھ غداری کی ہے"۔ مغرب میں مسلم عورتوں کے بارہ میں منفی پراپیگنڈہ کے باوجود مغربی عورتیں مردوں کے مقابلہ میں زیادہ اسلام قبول کرتی ہیں۔ کیا عورتوں میں مذہب کی تبدیلی کا رجحان بڑھ رہا ہے؟ کیا مردوں کے مقابل عورتوں کو اسلام زیادہ اپنی طرف مائل کرتا ہے؟

اسامہ بن لادن نے ایک وِڈیو ٹیپ میں کہا کہ 11 ستمبر کے بعد، بہ نسبت گذشتہ گیارہ سالوں کے، بہت زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ اسی قسم کی افواہیں امریکہ میں بھی پائی جاتی ہیں۔ یہ بات کہ عورتیں مردوں کے مقابلہ میں چار گنا زیادہ اسلام قبول کرتی ہیں نظریاتی جدوجہد کا حصہ معلوم ہوتی ہیں۔ بعض تحقیق کرنے والوں کے نزدیک اگر اسلام قبول کرنے والی عورتیں 80 فیصد نہیں تو کم از کم 75 فیصد تو ضرور ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟ اس بارہ میں حتماً کچھ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ پورے اعداد و شمار موجود نہیں۔ البتہ ایک بات ضرور دکھائی دیتی ہے کہ اسلام قبول کرنے میں عورتیں زیادہ دکھائی دیتی ہیں۔

اس کتاب میں یہ تحقیق کی گئی ہے کہ عورتیں کیوں اسلام کی طرف مائل ہو رہی ہیں۔ اس کتاب میں یہ بھی غور کیا گیا ہے کہ تبدیلیٔ مذہب کی کیا وجوہات ہیں، اس کا پس منظر کیا ہے اور کس قسم کے اسلام کی طرف وہ مائل ہو رہی ہیں۔ مذہب کی تبدیلی صرف چند لمحوں کی بات نہیں بلکہ یہ ایک مسلسل اور دائمی مذہبی، معاشرتی اور ثقافتی تبدیلی کا نام ہے۔ نئے مذہب میں داخل ہو کر وہ کس طرح نئی شناخت حاصل کرتی ہیں، انہیں کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور سوسائٹی اُن کے ساتھ کیسا سلوک کرتی ہے۔ یورپ، امریکہ اور ساؤتھ افریقہ میں مذہب کی تبدیلی کے ضمن میں مندرجہ بالا امور کا اس کتاب میں جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس بات کے باوجود کہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے اور امریکہ میں مختلف تحریکات کا جائزہ لیا جاتا ہے مگر اسلام کی مقبولیت پر غور نہیں کیا جاتا۔ یہی حال یورپ کا ہے اور یہاں بھی اس امر پر غور نہیں کیا جاتا کہ کیوں اسلام عورتوں میں زیادہ مقبول ہوتا جا رہا ہے۔

تبدیلیٔ مذہب

لٹریچر میں تبدیلیٔ مذہب پر بہت سا مواد موجود ہے جو مغرب میں اسلام کی مقبولیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ مغربی دنیا کی "مذہبی منڈی" میں اسلام ایک نہایت اہم کردار حاصل کرتا جا رہا ہے۔ یہ بات بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ اسلام کا پیغام مذہب تبدیل کرنے والوں کے لئے ایک خصوصی اپیل رکھتا ہے۔ لٹریچر میں معاشرتی اور تاریخی امور کے علاوہ دیگر وجوہات اور نظریات پر بھی غور کیا گیا ہے کہ کیوں اسلام کو

قبول کیا جاتا ہے۔ ایک مضمون میں پوسٹن POSTON نے مغرب میں مختلف ''دعوۃ'' تنظیموں کا ذکر کیا ہے جو مغرب کو اسلام کی طرف بُلا رہی ہیں۔ اس طرح اُن اسباب اور وجوہات پر بھی غور کیا گیا ہے جو لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرتے ہیں۔ پھر اُس نے یورپ اور امریکہ سے 72 نومسلموں کے قبولِ اسلام کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ ایک اور تجزیہ میں Kose نے 70 برٹش مسلمانوں کی تبدیلیٔ مذہب کا نفسیاتی اور مذہبی تجزیہ کیا ہے اور معلوم کرنے کی کوشش کی ہے کہ کیا ایسے لوگوں میں تبدیلیٔ مذہب سے قبل کوئی ایسا امر تھا کہ انہوں نے مذہب تبدیل کر لیا۔ اُس کے نزدیک اسلام قبول کرنے والوں میں مذہب کی تبدیلی سے قبل کوئی معاشرتی، مذہبی ناکامی اور اخلاقی بحران موجود نہیں تھا۔

تبدیلیٔ مذہب کی دو اقسام

اس کتاب میں اُن اوامر پر بھی غور کیا گیا ہے کہ کس طرح لوگ اسلام قبول کرتے ہیں۔ دو اقسام کی نشان دہی کی گئی ہے۔ ایک راستہ تو ''تعلقات'' کی وجہ سے بنتا ہے اور دوسرا راستہ ''مبنی برفراست اور علمی تحقیق'' کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ تعلقات میں مسلمانوں کے ساتھ شادی، فیملی کا آپس میں ملنا جلنا، نقل مکانی کرنے والوں سے ملاقات یا دوسرے ملکوں میں جانے اور وہاں لوگوں سے تعلقات کے نتیجہ میں اسلام کی طرف مائل ہونے کا باعث بن جاتا ہے۔ دوسرا راستہ وہ لوگ اختیار کرتے ہیں جو اپنے مذہب سے مطمئن نہیں ہوتے اور فراست مندانہ تلاش کے نتیجہ میں اسلام قبول کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا اسلام قبول کرنا زیادہ پختہ اور اہم سمجھا جاتا ہے۔

بعض کتابیں بھی لکھی گئی ہیں جن میں اسلام قبول کرنے والوں کی خودنوشت داستانیں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ انٹرنیٹ پر بعض ویب سائٹس بھی ملتی ہیں جن میں تبدیلیٔ مذہب اور قبول اسلام کے واقعات ملتے ہیں۔ ان بیانات میں صرف وجوہات ہی نہیں ملتیں بلکہ تبدیلیٔ مذہب کے بعد کے خیالات بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے بیانات عموماً ویب سائٹس پر ملتے ہیں۔

مذہب کی تبدیلی ایک مسلسل عمل ہے جو بعض دفعہ تدریجی صورت اختیار کر لیتا ہے اور کئی مراحل پر مشتمل ہوتا ہے جن سے مذہبی، معاشرتی اور سماجی حالات متاثر ہوتے ہیں۔ اسلام قبول کرنے کے نتیجہ میں جسمانی عمل میں بھی تبدیلی پیدا ہوتی ہے یعنی نماز، روزہ اور خوراک کی وجہ سے تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح ظاہری شناخت میں بھی تبدیلی آجاتی ہے مثلاً اسلامی لباس، حجاب یا نقاب پہننے سے تبدیلی نظر آتی ہے۔ اسی طرح معاشرتی اور ثقافتی تبدیلیاں بھی آجاتی ہیں مثلاً تقریبات اور مخالف جنس کے ساتھ روابط اور میل جول میں تبدیلی۔ ان تبدیلیوں کی وجہ سے بعض مشکلات بھی جنم لیتی ہیں۔ بعض نومسلم اپنے اندر ایک radical تبدیلی لے آتے ہیں مگر دوسرے آہستہ آہستہ اپنی شناخت اور طرزِ عمل اور طور طریق میں تبدیلی لاتے ہیں۔ Roald کے مطابق جو یورپین مذہب تبدیل کرتے ہیں وہ تین مراحل میں سے گذرتے ہیں۔ پہلا مرحلہ ''محبت'' کا ہوتا ہے جس میں مذہب تبدیل کرنے والے جذباتی طور پر اسلام کے ساتھ شدید لگاؤ محسوس کرتے ہیں اور اسلام کے ہر حکم پر عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں۔ دوسرا مرحلہ ''مایوسی'' کا ہوتا ہے جب وہ پیدائشی مسلمانوں کے خیالات اور طرزِ عمل کو دیکھتے ہیں تو مایوس ہوتے ہیں۔ یہ وہ مرحلہ ہوتا ہے جس میں بعض نومسلم اسلام سے برگشتہ ہو جاتے ہیں۔ تیسرا مرحلہ جسے ''بلوغت'' کا نام دیا گیا ہے، میں نومسلم اسلامی خیالات اور طرزِ عمل کے ساتھ ایک نئی سوچ کے ساتھ منسلک ہو جاتے ہیں۔

مذہب تبدیل کرنے والے سٹیٹ اور مسلم کمیونٹی کے درمیان معاشرتی اور سیاسی طور پر ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ نومسلم، بالخصوص تعلیم یافتہ نومسلم، سوسائٹی کے لئے ایک مثبت اور جائز تصویر پیش کرتے ہیں۔ ایسے نومسلم خواہ ایک تشدد پسند مسلم لیڈر کا روپ دھار لیں حکومت انہیں اپنے ملک کا شہری ہونے کی وجہ سے جلا وطن نہیں کر سکتی۔ جو عورتیں اسلام قبول کرتی ہیں وہ اسلام اور جنس کے موضوع پر بیانات دے کر ایک اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ بعض نومسلم عورتیں مثلاً امینہ ودود، اسلامی تعلیم کے پھیلانے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ حالیہ ریسرچ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہالینڈ، برطانیہ اور ساؤتھ افریقہ میں نومسلم عورتیں اسلامی تعلیم کے پھیلانے میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔

اسلام میں کشش

اسلام میں کیا کشش ہے، جو غیر مسلموں کو اپنی طرف مائل کرتی ہے؟ اس سوال پر بہت کم تحقیق کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ کونسا اسلام؟ بہت سے نومسلم ماڈرن اسلام کی بجائے صوفی ازم کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اس موضوع پر ریسرچ کرنے والوں کا خیال ہے کہ مغرب میں صوفی ازم کا لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے میں ایک اہم کردار ہے۔ بہت سے لوگ ابتدائی طور پر صوفی ازم کی طرف مائل ہوتے ہیں مگر بعد میں اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ 1960ء کی دہائی میں صوفی ازم ہپی ازم کا حصہ تھا اور اسلام سے اس کا تعلق ختم ہو چکا تھا۔ 1990ء کی دہائی میں صوفی ازم پھر اسلام کا حصہ سمجھا جانے لگا۔ ایک ریسرچ سکالر کے نزدیک صوفی ازم عورتوں میں زیادہ مقبول ہے۔ اُس کے نزدیک صوفی ازم میں نسوانیت اور فیملی کے مابین تعلق اور اس کا اُن کی روحانیت پر اثر مغربی عورتوں کے لئے باعثِ کشش ہے۔ بعض کے نزدیک صوفی ازم اس لئے مقبول ہے کہ اس کے تحت عورتیں سماجی اور معاشرتی طور پر اپنے آپ کو آزاد محسوس کرتی ہیں۔

دوسری طرف اسلام کی جدید توجیہہ جس میں عقلی اور علمی پیغام مضمر ہے، تبدیلیٔ مذہب کی داستانوں میں نمایاں طور پر باعثِ کشش دکھائی دیتا ہے۔ ایک ریسرچ سکالر Kose کے مطابق بعض نومسلم تبدیلیٔ مذہب کو لامذہبیت اور مادیت سے روانہ ہو کر پاکیزگی کی طرف سفر کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ اسلام انہیں زندگی کے ہر شعبہ میں عملی طور پر خدا تعالیٰ کی طرف لے جاتا ہے۔ اسلامی تعلیم چونکہ زندگی کے ہر شعبہ پر محیط ہے اور اسلام اسے کسی خاص گوشۂ زندگی میں قید نہیں کر دیتا اس لئے اسلام نومسلموں کو اپنی روزمرہ زندگی اُن کے اعتقادات کے مطابق گذارنے کی اجازت دیتا ہے اور یہ امر اُن کے لئے باعثِ کشش ہے۔ اُس کے برعکس عیسائیت کی تعلیم اور روزمرہ کی زندگی دو مختلف امور ہیں۔

نومسلموں کے بیانات کے مطابق عیسائیت کے مقابلہ میں وہ اسلام میں اس لئے بھی کشش محسوس کرتے ہیں کہ اسلام میں تثلیث کا وجود نہیں اور انہیں حضرت

عیسیٰ کی نبوت عقلی اور منطقی طور پر زیادہ قابلِ قبول نظر آتی ہے بجائے اس کے کہ وہ حضرت عیسیٰ کو خدا یا خدا کا بیٹا تسلیم کر لیں۔ اسی طرح اسلام کی عبادات اور ان کا بغیر کسی واسطہ کے براہ راست خدا تعالیٰ تک رسائی اور پہنچ کا راستہ زیادہ معقول دکھائی دیتا ہے اور وہ اِس سچائی کا انکار نہیں کر سکتے۔

1996ء میں ایک ریسرچ ورکر Dannin نے ایک خاص طبقہ یعنی نیویارک کی جیلوں میں قید افریقی امریکن کی اسلام میں دلچسپی پر ریسرچ کی۔ اُس کے مطابق افریقی امریکن قیدیوں کے لئے جیل کی قیود اور پابندیوں کے ساتھ اسلام انہیں روزانہ کی عبادات اور اسلامی تعلیم کا مطالعہ ایک نئی سوشل زندگی عطا کرتا ہے، ایک نئی اسلامی شناخت اور انہیں ایک نئی زندگی کی راہ دکھلاتا ہے۔ Dannin کے نزدیک جیل میں غیر انسانی سلوک کے ماحول میں اسلامی تعلیم انہیں پرکشش دکھائی دیتی ہے۔

ایک اور ریسرچ سکالر کے نزدیک افریقی امریکن اس لئے بھی اسلام کی طرف مائل ہوتے ہیں کہ وہ امریکہ کے نسلی تعصب سے تنگ آ چکے ہوتے ہیں۔ اسلام انہیں ایک ''نئی شناخت'' اور بعض لحاظ سے ایک اہم وجود ہونے کا احساس دلاتا ہے جو ان کے اپنے کلچر میں بالکل مفقود ہوتا ہے۔ مذہب کی تبدیلی انہیں عیسائیت کے چنگل سے آزاد کرا دیتی ہے۔ بعض کے نزدیک یہ احساس جلد ختم بھی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عورتیں جو اسلام قبول کرتی ہیں اور انہیں اسلام میں ایک کشش دکھائی دیتی ہے مگر جلد ہی ایک محکومانہ کردار ادا کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود اسلام میں ایک جاذبیت ہے کہ وہ آنے والوں کو اُن کے اپنے کلچر کے مقابلہ میں ایک اعلیٰ تبدیلی کی نوید دیتا ہے۔ وہ لوگ جو مغربی سوسائٹی کو جنسیت کے حوالہ سے ناپسند کرتے ہیں انہیں اسلام کی جداگانہ تعلیم میں بہت کشش دکھائی دیتی ہے اور انہیں ایک ایسا نظریاتی اور سیاسی فریم ورک مل جاتا ہے جس کے تحت وہ مغربی سوسائٹی پر تنقید کر سکتے ہیں۔

اس امر پر بھی تحقیق کی گئی ہے کہ اسلام لوگوں کو کیا پیش کرتا ہے۔ وہ لوگ جو تعلقات کے نتیجہ میں مسلمان ہوتے ہیں اسلام انہیں ایک مختلف کلچر اور کمیونٹی کا ماحول پیش کر کے ایک نئی شناخت اور وابستگی عطا کرتا ہے۔ جو لوگ عقلی لحاظ سے اسلام قبول کرتے ہیں وہ اسلام کو ایک سادہ، آسان اور مبنی بر عقل مذہب پاتے ہیں۔ اسلام میں ایسا عملی مواد موجود ہے جس سے ہر کوئی بغیر واسطہ کے کسی بھی وقت فیض یاب ہو سکتا ہے۔ وہ لوگ جن کا نقطہ نظر سیاسی ہوتا ہے انہیں بھی اسلام میں سیاست کو روحانیت پر منطبق کرنے کا مواد مل جاتا ہے۔ پس اسلام میں ہر طبقہ کے لئے کچھ نہ کچھ کشش کا سامان ضرور موجود ہے جو ہر نو مسلم کے لئے مذہبی، سیاسی یا نظریاتی لحاظ سے اپیل کا باعث بن جاتا ہے۔

جنس اور اسلام

اسلام قبول کرنے میں جنس کا ایک اہم کردار ہے۔ ایک ریسرچ کے مطابق سویڈن میں جو عورتیں مسلمان ہوتی ہیں ان کے لئے اسلامک سوسائٹی میں مرد اور عورت کا جداگانہ کردار اور اُن کے حقوق اور دائرہ کار کا جدا ہونا بہت متاثر کرنے والا امر ہے۔ ایک اور ریسرچ سکالر نے یہی بات ہالینڈ کی مسلمان ہونے والی عورتوں میں پائی ہے۔ جرمنی میں مذہب تبدیل کرنے والوں کے نزدیک اسلام میں فیملی کا تصور قابلِ تعریف ہے اور مرد و عورت کا جدا دائرہ عمل متاثر کن ہے۔

ایک سروے میں پروفیسر وولرب سار (جرمن) نے اُن جرمن اور امریکن مردوں اور عورتوں کا موازنہ کیا ہے جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ اُن کے سروے سے تبدیلئ مذہب پر اہم معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ اس ریسرچ میں تین اہم باتوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو جرمن اور امریکن مردوں اور عورتوں کے اسلام قبول کرنے پر منتج ہوئیں۔ پہلی قسم اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے جنس اور جنسیت کی وجہ سے پیدا ہونے والی مشکلات کی بناء پر اسلام قبول کیا۔ اس ریسرچ میں مذہب تبدیل کرنے والوں نے اپنے سابقہ جنسی تجربات اور جنس کی مشکلات کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے احساسِ کمتری کا ذکر کیا۔ عورتوں نے شادی کی ناکامی، اعتدال سے بڑھی ہوئی جنسی آزادی اور جنسی تعلقات کی خرابی کی نشاندہی کی کہ وہ ان سب سے عاجز آ چکی تھیں۔ مردوں نے اپنی فیملی کی عورتوں کی جنسی آزادی سے بیزار اور شرمسار ہونے کا ذکر کیا۔ یہ مرد اور عورتیں اپنے ماحول سے مختلف حدود کی تلاش میں تھے اور انہیں اسلام میں جنس اور جنسیت کے متعلق ایک نیا اور شفاف ماڈل دکھائی دیا جو اُن کی گذشتہ زندگی کی مشکلات کو دور کرنے میں معاون نظر آیا اور اس لئے انہیں اسلام قبول کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔

دوسری مشکل جس نے مغربی لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا وہ سماجی ناکامی ہے جس میں منشیات کا استعمال اور جرائم میں مبتلا ہونا ہے۔ اسلام ایسے لوگوں کیلئے ایک نئی زندگی کا پیغام فراہم کرتا ہے۔ تیسری قسم اُن لوگوں کی ہے جنہیں وطنیت اور قومیت کی مشکلات درپیش تھیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہیں ایک نئی قومیت کی شناخت حاصل ہوئی اور اسلام نے انہیں احساسِ کمتری اور سماجی تباہی سے بچا لیا۔

ایک اور ریسرچ میں پروفیسر ہاف مین نے جرمنی میں اسلام قبول کرنے والی عورتوں کی فیملی لائف پر توجہ مرکوز کی۔ اُن کے نزدیک عورتوں کو زندگی کے مختلف مراحل پر مختلف قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جب وہ بچوں کی مائیں بن جاتی ہیں تو انہیں گھر میں رہ کر بچوں کی دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے اور اپنی سوسائٹی کے نارمل کلچر کے مقابل، جہاں عورتیں گھر سے باہر نکل کر کام کرتی ہیں، ایک احساسِ کمتری پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ عام جرمن سوسائٹی کے مقابل، اسلام فیملی، شادی، گھر اور ازدواجی تعلقات کے متعلق اہم ہدایات دیتا ہے اور شادی اور ماں کی عظمت کی اہمیت واضح کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جرمن کلچر میں بھی یہ احساس پایا جاتا ہے مگر مغربی معاشرہ کے مقابل اسلام عورت کے ماں کی حیثیت کے مقام اور اس کی مادرانہ خصوصیات کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ یہ امر ان کے لئے بہت کشش کا موجب ہے۔ یہ محسوس کیا جاتا ہے کہ مغربی سوسائٹی عورت کی جنسیت سے ناجائز فائدہ اٹھاتی ہے اور اس نے عورت کے جسم کو منڈی کی ایک جنس بنا کر رکھ دیا ہے۔ جرمن اور اسلامک سوسائٹی میں اس قسم کے خیالات اور عورت کے مقام اور مرتبہ پر اسلام کی تعلیم اور جنس اور جنسیت پر بیانات جرمن عورتوں کے لئے باعثِ کشش ہیں۔

مجلس انصاراللہ برطانیہ کا سالانہ تین روزہ اجتماع 2009ء

(شیخ لطیف احمد)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجلس انصار اللہ یو کے نے امسال 2 تا 4 اکتوبر 2009ء بروز جمعۃ المبارک، ہفتہ، اتوار بمقام اسلام آباد تین روزہ سالانہ اجتماع منعقد کیا۔ امسال اجتماع کا ایک خصوصی امر یہ تھا کہ ان ہی ایام میں لجنہ اماء اللہ برطانیہ نے بھی اپنا اجتماع اسلام آباد میں منعقد کیا جس کی وجہ سے ایک چھوٹے جلسہ جیسا ماحول بن گیا۔ حضور انور کی مشفقانہ اجازت سے یہ دونوں اجتماعات تجرباتی طور پر اکھٹے ایک ہی جگہ منعقد کئے گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے دونوں بھرپور طور پر کامیاب رہے۔

اجتماع کا پہلا دن

مورخہ 2 اکتوبر 2009ء بروز جمعۃ المبارک شام اجتماع کے افتتاحی اجلاس کے آغاز سے قبل لوائے انصار اللہ لہرانے کی تقریب منعقد کی گئی۔ امیر صاحب برطانیہ محترم رفیق احمد حیات صاحب نے لوائے برطانیہ جبکہ صدر مجلس انصار اللہ برطانیہ محترم ولید احمد صاحب نے لوائے انصار اللہ لہرایا۔ دعا کے بعد اجتماع کے افتتاحی اجلاس کی کاروائی کا آغاز محترم امیر صاحب برطانیہ کی صدارت میں ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور عہد انصار اللہ دہرانے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام پیش کیا گیا۔ محترم امیر صاحب نے اپنے افتتاحی خطاب میں انصار کی ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہوئے خدام اور اطفال کی تربیت میں اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ بہتر تربیت حاصل کرنے کے لئے حضور انور کے خطبات باقاعدگی سے نہ صرف سنیں بلکہ ان پر عمل کریں۔ محترم امیر صاحب نے اپنے خطاب کے بعد "تربیت فورم" میں حاضرین اجتماع کو خاندانی اقدار، بچوں کی تربیت کے مسائل سے متعلق سوالات کرنے کا موقع فراہم کیا جن کے محترم امیر صاحب نے تفصیلی جوابات دیئے۔ دعا سے اس اجلاس کا اختتام کیا گیا۔ امسال اجتماع میں پہلی مرتبہ "باربی کیو" کے نئے پروگرام کی ابتدا کی گئی جس میں انصار نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اسے انتہائی دلچسپ بنادیا۔ تمام شرکاء نے اس پروگرام کو بے حد پسند کیا۔

اجتماع کا دوسرا دن

ہفتہ 3 اکتوبر 2009ء مکرم مرزا نصیر احمد صاحب مربی سلسلہ کی زیر صدارت اجلاس دوم کا آغاز ہوا جس میں تلاوت قرآن کریم، نظم اور تقاریر کے مقابلے کروائے گئے۔ صدر اجلاس نے ذکر حبیب کے عنوان پر ایک ایمان افروز تقریر کی۔ بعد ازاں قائد صاحب صحت جسمانی کی نگرانی میں ورزشی مقابلہ جات کا انعقاد بھی کیا گیا۔

اجتماع کے تیسرے اجلاس میں ریجنل مشنری مکرم نسیم احمد باجوہ صاحب کی صدارت میں ایک تبلیغ فورم منعقد ہوا۔ مکرم مشہود احمد صاحب مربی سلسلہ نے خدا کی خاطر قربانی کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے تبلیغی میدان میں بزرگان سلسلہ کے چند ایمان افروز واقعات بیان کئے۔ صدر اجلاس نے تبلیغی موضوعات سے متعلق حاضرین فورم کے سوالات کے تفصیل سے جوابات دیتے ہوئے کامیاب تبلیغ کے لئے دین کا علم حاصل کرنے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کرنے اور حضور انور کی خدمت میں باقاعدگی سے دعائیہ خط لکھنے کی ضرورت پر زور دیا۔

اجتماع کا چوتھا اجلاس زیر صدارت محترم عطاء المجیب راشد صاحب، مشنری انچارج برطانیہ منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں علمی اور ورزشی مقابلہ جات میں دوئم اور سوئم پوزیشن حاصل کرنے والوں میں انعامات تقسیم کئے گئے۔ بعد ازاں "صلوٰۃ فورم" کا انعقاد ہوا۔ مکرم منیر الدین شمس صاحب مربی سلسلہ نے "نماز کی اہمیت" کے عنوان پر تقریر کرتے ہوئے قرآنی آیات، احادیث، رسول کریم ﷺ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ارشادات کے حوالہ سے ادائیگی نماز کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ محترم امام صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور انور کے خطبات کے حوالہ جات کی روشنی میں حاضرین کو اپنے گھروں میں نماز کے قیام کی پرزور تحریک فرمائی۔ آخر میں دعا سے یہ فورم اختتام پذیر ہوا۔

رات آٹھ بجے محترم امیر صاحب برطانیہ کی زیر صدارت ایک تقریب منعقد کی گئی جس میں امسال مجلس انصار اللہ برطانیہ کے زیر اہتمام منعقد کی گئی چیریٹی واک میں جمع ہونے والی عطیہ جات کی رقوم کے چیک برطانیہ کے مختلف چیریٹی اداروں کے نمائندگان میں تقسیم کئے گئے۔

اجتماع کا تیسرا دن

اتوار 4۔ اکتوبر 2009ء محترم عبدالسمیع خاں صاحب (ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ) کی زیر صدارت اجلاس پنجم منعقد کیا گیا جس میں مختلف ریجن کی ٹیموں کے مابین ایک کوئز مقابلے کا انعقاد ہوا۔ تعلیم القرآن کے بارے میں مکرم حافظ فضل ربی صاحب کی تقریر کے بعد صدر اجلاس نے سیرت النبی ﷺ کے عنوان پر اپنے خطاب میں آنحضرت ﷺ کی سیرت کے چند درخشاں پہلو اجاگر کرتے ہوئے شرکاء کو اسوہ حسنہ کی پیروی کی تحریک فرمائی۔ اس اجلاس کے بعد اسپورٹس کے فائنل مقابلہ جات منعقد کئے گئے۔

بعد ازاں لجنہ اماء اللہ برطانیہ کے اجتماع کے آخری سیشن کی تقریب منعقد ہوئی جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لجنہ سے خطاب فرمایا۔ اس اجلاس کی کاروائی ٹی وی کے ذریعہ انصار اللہ کے پنڈال میں دکھائی گئی۔ بعد ازاں انصار اللہ کے اسپورٹس سیشن میں رسہ کشی کا فائنل مقابلہ منعقد ہوا جسے دیکھنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی ازراہ شفقت تشریف لائے۔ یہ خاصا دلچسپ مقابلہ رہا اور حاضرین بھی بہت محظوظ

بقیہ صفحہ 14 پر ملاحظہ فرمائیں

انصار ڈائجسٹ

فرخ سلطان محمود

اس کالم میں قارئین کی طرف سے موصول شدہ دلچسپ اور مفید تحریریں شامل اشاعت کی جاتی ہیں۔ قارئین خود لکھ کر یا اپنے زیر مطالعہ کسی کتاب یا رسالہ سے اخذ کر کے ہمیں کچھ بھی بھجوا سکتے ہیں۔ تحریر مختصر اور باحوالہ ہونی چاہئے۔ ہمارا پتہ ہے:
Ansar Digest, 22 Deer Park Road, London SW19 3TL

قرآن کریم کی روحانی تاثیرات

قرآن کریم ایک حیرت انگیز اور انقلاب آفرین کلام ہے جس نے کفر، جہالت اور کبروغرور کے تاریک گڑھوں میں پڑے لوگوں کو خدانما، قطب اور ولی بنادیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے اسلام قبول کرنے کا باعث بھی یہی قرآن ہوا بلکہ آپؓ کے اندر حیرت انگیز انقلاب برپا کردیا۔ حضرت عبداللہ بن شداد کا بیان ہے کہ میں باوجود اس کے کہ پچھلی صف میں رہتا تھا لیکن حضرت عمرؓ قرآن پڑھ کر اس زور سے روتے تھے کہ میں رونے کی آواز سنتا تھا۔ حضرت امام حسنؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ نماز میں حضرت عمرؓ جب سورۃ طور کی آٹھویں آیت پر پہنچے تو روتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔ آپؓ بظاہر بہت سخت طبیعت تھے لیکن جب قرآن کریم کا کوئی حصہ آپکے سامنے پڑھا جاتا تو فوراً آپ کا دل نرم پڑ جاتا۔

☆ حضرت حسان بن ثابتؓ، عامرؓ بن اکوع، طفیل بن عمروؓ، اسود بن سریع، کعب بن زہیر اور عبداللہؓ بن رواحہ وغیرہ سب عرب کے مشہور شاعر تھے مگر قرآن مجید کے سامنے ان سب نے سرنیاز خم کیا۔ لبید عرب کا ایک مشہور شاعر اور سبعہ معلقہ کی بزم مشاعرہ کے ایک رکن تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے آپ سے چند اشعار کی فرمائش کی تو انہوں نے جواب دیا 'جب خدا نے مجھ کو بقرہ اور آل عمران سکھائی تو مجھے شعر کہنا زیبا نہیں'۔

☆ ضماد ازدی جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے، وہ یہ سن کر کہ محمدؐ (نعوذ باللہ) دیوانے ہو گئے ہیں، آپؐ کے علاج کیلئے آئے۔ آپؐ نے مختصر سی حمد اور کلمہ شہادت پڑھا تو وہ سن کر متحیر رہ گئے، تین دفعہ پڑھوا کر سنا، پھر کہا کہ خدا کی قسم! میں نے کاہنوں کی بولی اور جادوگروں کے منتر اور شاعروں کے قصائد سنے ہیں، لیکن تمہارا کلام کچھ اور ہی ہے، یہ تو سمندر تک میں اثر کر جائے گا۔

☆ حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ابوجہل اور قریش کے دیگر اکابر نے مشورہ کیا کہ محمدؐ کی تحریک روز بروز زور پکڑتی جاتی ہے۔ کسی آدمی کو تلاش کرنا چاہیے جو جادو، کہانت اور شعر کہنا جانتا ہو کہ یہ معلوم ہو کہ یہ کیا ہے؟ قریش کے سردار عتبہ بن ربیعہ نے کہا کہ میں یہ سب کچھ جانتا ہوں، کہو تو میں جاکر دیکھوں۔ چنانچہ آستانہ نبویؐ میں آکر اس نے صلح کی کچھ شرائط پیش کیں۔ آنحضرتؐ نے اس کے جواب میں سورۃ حٰمٓ السجدہ پڑھنی شروع کی۔ کچھ ہی آیتیں پڑھی تھیں کہ اس نے آپ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا کہ قرابت کا واسطہ بس کرو۔ پھر وہ چند روز تک گھر سے باہر نہیں نکلا۔ ابوجہل نے جاکر کہا "کیوں عتبہ! محمدؐ کے یہاں کھانا کھا کر پھسل گئے"۔ عتبہ نے کہا "تم جانتے ہو کہ میں سب سے زیادہ دولتمند ہوں، مجھ کو دولت کی طمع دامن گیر نہیں ہوسکتی، لیکن محمد نے میرے اس جواب میں جو کلام پیش کیا وہ نہ شعر تھا، نہ کہانت، نہ جادو۔ میں نے ایسا کلام کبھی نہیں سنا۔ اس کلام میں عذاب الٰہی کی دھمکی تھی۔ میں نے ان کو قرابت کا واسطہ دیا کہ چپ ہوجائیں، میں ڈرا کہ تم پر عذاب نہ آجائے"۔ لوگوں نے کہا محمدؐ نے اپنی زبان سے عتبہ پر جادو کردیا۔

☆ ولید بن مغیرہ قریش میں بڑا دولتمند اور صاحب اثر تھا، وہ ایک دفعہ آپؐ کی خدمت میں آیا اور فرمائش کی کچھ پڑھ کر سنائیے۔ آپؐ نے چند آیتیں پڑھیں، اس نے مکرر پڑھوا کر سنیں، آخر بے خود ہو کر بولا: "خدا کی قسم! اس میں کچھ اور ہی شیرینی اور تازگی ہے۔...... یہ کسی انسان کا کلام نہیں"۔

☆ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفرؓ نے جب سورۃ مریم کی تلاوت کی تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر کہا: "خدا کی قسم! یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں"۔

☆ حضرت جبیرؓ بن مطعم اسیران بدر کو چھڑانے آئے۔ انہوں نے آنحضرتﷺ سے سورۃ طور کی ایک دو آیتیں سن لیں تو فوراً حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

☆ حضرت طفیلؓ بن عمرو دوسی کے کانوں میں اتفاقیہ قرآن مجید کی چند آیتیں پہنچ گئیں تو مسلمان ہوگئے۔ طائف کے سفر میں حضرت خالد العدوانیؓ نے آپ کو سورۃ طارق پڑھتے سنا تو گو وہ اس وقت مسلمان نہ ہوئے مگر پوری سورۃ اُن کو یاد ہوگئی۔

☆ حبشہ سے بیس آدمیوں کی جماعت حاضر ہوئی۔ آپؐ نے ان کو قرآن مجید پڑھ کر سنایا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت ابوعبیدہ، حضرت ابوسلمہؓ اور حضرت ارقم بن ارقم یہ تینوں قرآن کی ہی مقناطیسی کشش سے مسلمان ہوئے۔

☆ آنحضرتﷺ نے اُس امام الصلوٰۃ کو جنت کی خوشخبری دی جو سورۃ الاخلاص سے محبت کی وجہ سے ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد کسی دوسری سورۃ سے پہلے اسے ضرور پڑھا کرتے تھے۔

=-=-=-=-=-=

حضرت مسیح موعودؑ اور شعر گوئی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شعر و سخن کا شغف وراثت میں ملا تھا۔ آپؑ ابتداء سے ہی اردو، عربی اور فارسی میں نہایت بلند پایہ شعر کہتے تھے، مگر بطور پیشہ یا برائے دل لگی نہیں بلکہ آپؑ نے اپنی صلاحیت کو عشق حقیقی کے اظہار اور پیغام حق کی منادی کا ذریعہ بنایا تھا۔ ابتداء میں آپ "فرخ" تخلص کرتے تھے پھر اسے چھوڑ دیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو حضرت مرزا سلطان احمد صاحب سے حضرت مسیح موعودؑ کی شعروں کی ایک کاپی ملی تھی جو غالباً حضورؑ کی نوجوانی کا کلام ہے۔ بطور نمونہ چند شعر درج ذیل ہیں:

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا
ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
کچھ مزا پایا مرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے
تم بھی کہتے تھے کہ اُلفت میں مزا ہوتا ہے

☆☆☆

ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے
مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے
اس کے جانے سے صبر دل سے گیا
ہوش بھی ورطۂ عدم میں پڑے

☆☆☆

سبب کوئی خداوندا بنا دے
کسی صورت سے وہ صورت دکھا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی
بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے
کبھی نکلے گا آخر تنگ ہو کر
دلا اک بار شور و غل مچا دے

☆☆☆

نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی
سمجھ ایسی ہوئی قدرت خدا کی
مرے بت اب سے پردہ میں رہو تم
کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

☆☆☆

نہیں منظور تھی گر تم کو اُلفت
تو یہ مجھ کو بھی جتلایا تو ہوتا
مری دل سوزیوں سے بے خبر ہو
مرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
دل اپنا اس کو دوں یا ہوش یا جاں
کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا

☆☆☆

کوئی راضی ہو یا ناراض ہووے
رضامندی خدا کی مدعا کر

☆☆☆

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رقم فرماتے ہیں کہ اس ڈائری میں کئی شعر ناقص ہیں یعنی ایک مصرعہ موجود ہے مگر دوسرا نہیں ہے۔ بعض اشعار نظر ثانی کے لئے بھی چھوڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور کئی جگہ فرخ تخلص استعمال کیا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے والد حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب نے بھی طبیعت رسا پائی تھی۔ فارسی زبان میں نہایت عمدہ شعر کہتے تھے اور ''تحسین'' تخلص کرتے تھے۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے ایک دفعہ ان کا کلام جمع کر کے حافظ عمر دراز صاحب ایڈیٹر پنجابی اخبار کو دیا تھا، مگر وہ فوت ہو گئے اور ان کے ساتھ ہی یہ قیمتی خزانہ بھی معدوم ہو گیا۔

حضور علیہ السلام کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر بھی شعر کہتے تھے اور ''مفتون'' تخلص کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد میں سے حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے کلام نے تو اپنوں اور غیروں سے خوب داد تحسین حاصل کی ہے۔ تاہم حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کا کلام بھی ملتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی اہلیہ اوّل سے ہونے والی اولاد میں حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب بھی شعر کہتے تھے۔ آپ کی منظومات و غزلیات پر مشتمل ایک کتاب ''چند نثری نظمیں'' کے عنوان سے شائع شدہ ہے۔ علاوہ ازیں آپ اردو و فارسی شاعری کا نہایت گہرا مطالعہ اور انتہائی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ اپنی رواں تحریر میں نہایت عمدہ اشعار اور مصرعوں کا بے ساختہ اور برمحل استعمال کرتے۔ آپ کے شعری ذوق کی وسعت و عظمت اور گہرائی کا اندازہ آپ کے ان سینکڑوں مضامین سے بخوبی ہوسکتا ہے جو آپ نے زبان و ادب اور شعر کے متعلق تحریر کئے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے ''فن شاعری'' کے عنوان سے ایک انتہائی شاندار کتاب تحریر کی جس میں فن شعر پر فلسفیانہ تنقید و تبصرہ کیا ہے۔

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی شاعری پر مشتمل کتاب ''چند نثر نما نظمیں'': 248 صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں منظومات اور دوسرے میں غزلیات ردیف وار درج کی گئی ہیں۔ دراصل ''نثر نما نظموں'' سے یہ مطلب نہیں جو آجکل ''نثری نظموں'' سے لیا جاتا ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ ان نظموں میں صرف شعر گوئی کے ظاہری تعبیرات اور نکاتِ شاعری کو ملحوظ رکھ کر نثر کے الفاظ اور فقرات کو منظوم کیا گیا ہے۔ ان میں وہ لطافت اور تعبیرات نہیں جو غزل گو شعراء کے پیش نظر ہوتی ہیں۔ ہر دو حصوں میں سے چند اشعار بطور نمونہ پیش ہیں۔

وقت ہر شے سے محترم ہے یہاں
وقت ہر شے سے مغتنم ہے یہاں
وقت تقدیر، وقت ہے اکسیر
وقت تدبیر، وقت ہے تسخیر
ہنس کے جو اپنا وقت کھوئے گا
وقت بے وقت آپ روئے گا
وقت جا کر نہیں پھر آنے کا
تجربہ خوب ہے زمانے کا
اپنے اوقات کے رہو پابند
ہے زمانہ کی سود مند یہ پند

=======

مرا دل اسیر بلا ہو گیا
الٰہی! یہ الفت میں کیا ہو گیا
بلا کی کشش ہے تری آنکھ میں
پڑی جس پہ، دل سے ترا ہو گیا
کیا یہ طبیبوں نے کیسا علاج
مرا عارضہ تو سوا ہو گیا
محبت میں مجھ کو ملا یہ صلہ
کہ دشمن زمانہ مرا ہو گیا
عجب طرح کی ہے یہ دیوانگی
دلا! کچھ تو کہہ تجھ کو کیا ہو گیا

=-=-=-=-=-=

قبولیت دعا

دوسروں کے لئے دعا کرنے سے انسان کی اپنے حق میں کی گئی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو بتائے بغیر اس کے حق میں کوئی دعا کرتا ہے تو خدا کا ایک فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! جو دعا یہ شخص اپنے بھائی کے لئے کر رہا ہے وہی دعا پہلے اس کے حق میں قبول فرما۔

قبولیت دعا کے لئے صدقہ و خیرات کرنے کی بھی بہت تاکید آئی ہے۔ صدقات سے بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ اسی طرح ہر صاحب ایمان پر فرض قرار دیا گیا ہے کہ دوسروں کا حق نہ کھائے اور ان پر زیادتی نہ کرے۔ یعنی رزق حلال کھانے والا ہو۔ اس طرح کسی پر کسی قسم کا ظلم کرنا یا کسی کمزور کو اپنے ستم و غضب کا نشانہ بنانا بھی قطعاً حرام ہے۔ ان ساری چیزوں پر غور کرنا چاہئے تاکہ قبولیت دعا کے امکانات زیادہ ہوں۔

ایک حکایت ہے کہ ایک ظالم بادشاہ نے کسی بزرگ سے عرض کیا کہ میری مشکل دُور ہونے کیلئے دعا کریں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے بادشاہ! تمہارے ظلموں کی وجہ سے اَن گنت رعایا تمہارے خلاف بددعائیں کر رہی ہے تو ان کے مقابل میں میری دعا تمہیں کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ پہلے اپنے ہاتھ مخلوق خدا پر ظلم سے روکو تاکہ آسمان والا تم پر رحم کرے۔

پس جب ہم کسی مقصد کے لئے دعا کرنا چاہیں تو ضروری ہے کہ اُس دعا کو قبولیت کے معیار تک پہنچانے کے لئے اپنے اعمال پر بھی نظر ڈالیں اور خدا تعالیٰ کی خاطر دوسروں کی ہمدردی کی راہ اپنائیں۔